

اِنشَاءً يَكُوْنُ بَيْنَهُمَا

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَصْحَابُ النَّبِيِّ

ڈاکٹر ایم اسحاق ناز

مقبول ایڈیٹر سیکرٹری جوائنٹ کمیٹی لاہور

مہاجر بن ابوامیہ

کنہ

زیاد بن لبید

حضرت موت

ابو موسیٰ اشعری

زید رعمہ عدن اور

ساحلی علاقہ

معاذ بن جبل

جند

شرائع اسلام کی تعلیم اور قرآن مجید کی عام تدریس اور مقامات عامہ کی نگرانی اور جملہ عمال یمن کے اموال کی فراہمی بھی معاذ بن جبل کے سپرد تھی آپ کی مدح میں ایک ارشاد نبوی ہے۔
اعلمہم بالحلال والحرام معاذ بن جبل (حرام حلال جاننے میں سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے) ایک اور حدیث ہے کہ ہاتھی معاذ بن جبل یوم القیامت امام العلماء (قیامت کے دن معاذ بن جبل جملہ علماء کے پیش پیش چلتے ہوئے حاضر ہوں گے۔)

فروہ ابھی کی روایت ہے کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے با آواز بلند یہ الفاظ پڑھے ان معاذ کلن امتہ لقتالہ حنیفا ولم یک من المشرکین میں نے کہا کہ قرآن مجید میں تو ان ابراہیم ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مکرر ان معاذ "کان امتہ پڑھا۔ میں سمجھ گیا کہ دانت پڑھ رہے ہیں۔ بعد ازاں ہم سے ابن مسعود نے سوال کیا کہ تو جانتا ہے کہ امت اور قانت کے معنی کیا ہیں۔ میں نے کہا کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے ابن مسعود نے کہا کہ امت وہ ہے جو خیر کا معلم ہو اور اس کی اقتدار کی جائے اور قانت کے معنی اللہ کی اطاعت کرنے والا ہیں۔ معاذ بن جبل اسی صفت کے تھے کہ معلم الخیر بھی تھے اور اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والے بھی تھے۔

عبدالرحمن بن عبد اللہ بن کعب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ معاذ بن جبل امور خیر میں بہت خرچ کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کے سر بہت سا قرضہ ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے آپ کی جائیداد کو اپنی نگرانی میں فروخت کر کے جملہ قرضداروں کا قرض چکایا۔ اس دوران معاذ کے پاس کچھ نہ رہا۔۔۔ فتح مکہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے آپ کو یمن جا کر تجارت کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اور بیت المال سے امداد "روپیہ عنایت فرمایا۔ جب معاذ بعد از انتقال نبوی مدینہ میں آئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ معاذ سے وہ روپیہ واپس لینا چاہئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

نے فرمایا کہ میں تو کچھ نہ لوں گا وہ خود واپس کر دیں تو ان کی مرضی ہے۔ کیونکہ یہ روپیہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا۔ پھر عمر فاروق معاذ بن جبل سے خود علیحدہ ملے اور ان کو واپسی رقم کے لئے کہا۔ معاذ نے کہا کہ یہ رقم تو رسول اللہ ﷺ نے میری حالت کو دیکھ کر بطور اعانت عطا فرمائی تھی اب میں کیوں واپس کروں۔۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔۔۔۔ پھر معاذ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ کہا میں آپ کی بات مان لینے کو تیار ہوں کیونکہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پانی کے گڑھے میں ہوں اور ڈوبنے لگا ہوں۔ آپ نے مجھے وہاں سے نکالا ہے۔ بعد ازاں معاذ ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور تمام ماجرہ سنایا اور حلفیہ فرمایا کہ میں کوئی رقم چھپا کر نہ رکھوں گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے کچھ واپس نہ لوں گا۔ بلکہ تمام رقم کو ہبہ کر دیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گویا ہوئے یہ خوب بات ہے۔ بعد ازاں حضرت معاذ بن جبل شام کے جہاد پر روانہ ہو گئے۔

آپ کا انتقال طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۳۳ اور بعض روایات کے مطابق ۳۸ سال تھی۔ دو ادین احادیث میں آپ سے ۱۵۷ مرویات ثبت ہیں۔ ان میں سے متفق علیہ ۲ صحیح بخاری میں ۲ اور صحیح مسلم میں ایک ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ بن عفراء الانصاری

آپ قبیلہ بنو مالک بن النجار سے ہیں۔ عفراء آپ کی والدہ کا نام تھا۔ جس کی طرف آپ منسوب ہیں۔ آپ کے والد حارث بن سواد بن مالک تھے۔ آپ انصار میں ایمان لانے والوں میں اولین فہرست میں شمار ہوتے ہیں۔ جن پر کسی انصاری کو تقدم حاصل نہیں۔۔۔۔ جنگ بدر میں آپ نے شرکت کی۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی عوف اور معوذ بھی تھے۔ عوف اور معوذ نے بدر کے میدان ہی میں شہادت پائی۔ مگر حضرت معاذ بن عفراء الانصاری بعد میں بھی زندہ رہے۔۔۔۔ ابو جہل کی پندلی پر جس صحابی نے تلوار چلائی وہ معاذ بن عفراء ہی تھے۔ ابو جہل کے بیٹے نے جوابی حملہ کر دیا اور شانے پر تلوار دے ماری جس سے آپ کا بازو کٹ گیا۔ اور ٹکٹا رہا۔ آپ اس لٹکے بازو کے ساتھ ہی مصروف جہاد رہے۔ جب اس شدید مجروح

اور چال ڈھال میں ایک خاص قسم کا رعب اور تمکنت، کتابی چہرہ، آنکھیں موٹی اور چتون شیر کی مانند بظاہر شان و شوکت، لیکن مزاج میں زہد و تواضع اور فورتی نہایت درجہ بردبار، حلیم اور وسیع القلب تھے۔ (کتاب الزہد ص ۱۷۲، سڑی آف دی عربز ص ۱۳۶) فقیر کی تمکنت اور امیر کی مسکنت کا بہترین امتزاج، واڑھی گھنی، مہندی اور دسمہ کے خضاب سے رنگی، لباس میں سادگی، اکثر دفعہ دسیوں پیوند صرف قمیص کو لگے ہوتے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ علی بن ابی جملہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق میں منبر پر خطبہ دیتے ہوئے دیکھا اور آپ نے پیوند لگے کپڑے پہنے تھے۔ البدایہ والنہار ج ۸ ص ۱۳۵) یونس بن میرا الحمیری الزہد جو کہ امام اوزاعی کے اساتذہ میں سے ہیں فرماتے ہیں: میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کے بازار میں دیکھا آپ کے پیچھے آپ کا ایک غلام تھا اور آپ ایک ایسی قمیض زیب تن کئے ہوئے تھے۔ جس کا گریبان وریدہ تھا۔ اور آپ اسی حالت میں دمشق کے بازار میں پھر رہے تھے۔ حالانکہ آپ وہاں کے حکمران تھے۔ لیکن جب کبھی غیر مسلم آپ سے ملاقات کے لئے آتے یا آپ کو ان کے وفود سے ملنے کا اتفاق ہوتا تو آپ فاخرانہ لباس زیب تن کرتے۔ اور فرماتے کہ اس سے غیر مسلموں پر مسلمان حکمران کی عظمت، واضع ہوتی ہے۔ مذہبی علوم میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاص مقام تھا۔ قرآن و سنت میں اس کی گہرائی اور گیرائی کی وجہ سے صاحب فتویٰ اصحاب میں شمار ہوتے تھے۔ (اعلام المؤمنین لابن القیم ج ۲ ص ۲۱۲) اور بڑے بڑے صحابہ آپ کے حلقہ فی الدین کے معترف تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وتر پڑھنے کی بابت کہا گیا تو انہوں نے فرمایا اصاب اللہ قصبہ اس نے صحیح کہا۔ یقیناً وہ قصبہ تھے۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱) شعروادب کا بھی ذوق رکھتے تھے اور اشعار کو تہذیب و اخلاق کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ (کتاب الحمد ص ۱۰) تقریر میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی تقریریں پڑھ کر ان کی فصاحت و بلاغت کی داد دینی پڑتی ہے۔ (البیان والتمییز حافظ ج ۳ ص ۱۱۲) ابن جریر طبری نے قصبہ ابن جابر اسدی سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں فاروق اعظم کی صحبت میں رہا۔ ان سے زیادہ میں نے کسی کو قصبہ

اور لٹکے ہوئے ہاتھ کو مانع جہاد سمجھا تو اسے پاؤں کے نیچے رکھ کر خود الگ کر دیا۔ اور سارا دن ایک ہاتھ سے تلواریں چلاتے رہے۔ آپ کے سن وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ زیادہ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں رحلت فرمائی۔

معاذ رضی اللہ عنہ بن معاذ الانصاری

معاذ بن معاذ بن قیس بن خلدہ بن عامر بن زریق۔ بدر واحد میں شریک ہوئے۔ یہ شہسوار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بدر میں ابو عیاش زرقی کا گھوڑا دلا دیا تھا۔ اس وقت ابو عیاش گھوڑے سے گر گئے تھے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ آپ بدر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاندان بنو امیہ کے گورنار اور اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں کہ اسلام کی تاریخ ان کے سنہری کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ابو سفیان بن حرب کے فرزند تھے جو اسلام لانے سے قبل قریش کے سپہ سالار اور قائد رہے۔ اسی شرف نسب اور خاندانی علوم نبی کی وجہ سے آپ میں شروع ہی سے اخلاقی اقدار شرف نسب اور اعلیٰ خاندانیت کی جملہ مقصنیت اور لوازمات پیدا ہو گئے۔ شجاعت، حلم و بردباری، سخاوت اور اصابت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ جب کہ اس دور میں لوگ خال خال ہی پڑھے لکھے تھے۔ آپ کی تربیت میں آپ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان کا بہت زیادہ حصہ تھا۔ کیونکہ عہد رسالت، دور صدیقی اور زمانہ فاروقی میں وہ جہاں بھی گئے، اپنے بھائی کو ساتھ رکھا اور بڑی بڑی آزمائشوں میں ڈال کر انہیں بہادر، نڈر اور حوصلہ مند بنا دیا تھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح سیرت و کردار میں اعلیٰ تھے۔ اسی طرح آپ کی صورت میں بھی ایک خاص کشش اور جاذبیت تھی۔ رنگ میں سرخ و سفید کا امتزاج، سرو قد، نحیم و نحیم، وضع قطع

نہیں دیکھا۔ پھر میں طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کی صحبت میں رہا ان سے زیادہ میں نے کسی کو بغیر سوال کے دینے والا نہیں دیکھا پھر میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا۔ تو میں نے ان سے زیادہ اپنے ساتھی کو محبوب رکھنے والا اور ظاہر و باطن میں ایک جیسا نہیں دیکھا (طبری ج ۶ ص ۱۸۸)

حضرت سلیمان بن مہرن الاعمش جو کہ ائمہ حدیث میں ایک بہت بڑے مقام کے مالک ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے صدق کی وجہ سے "المصحف" کے نام سے پکارتے تھے (العواصم من القواصم، قاضی ابوبکر ابن العربی ص ۲۱۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تالیف قلب عدل و انصاف اور حقوق کی ادائیگی میں خصل احتیاط برتتے تھے۔ (منہاج السنہ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۱۹) اور اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ کسی کا حق ان کے ذمے نہ رہے۔ اسی وجہ سے سعد بن ابی وقاص جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، فرماتے ہیں: "مارایت احد" بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے الباب۔ یعنی معاویہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے یعنی معاویہ سے زیادہ حق فیصلہ کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی۔ والد کا نام ابو سفیان تھا اور سلسلہ نسب یہ ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ بن خمر (ابو سفیان) بن حرب بن امیہ بن عبد شمس، بن عبد مناف بن قحط قرشی اموی والدہ کا نام ہندہ تھا۔ ننہانی شجرہ یہ ہے: ہندہ بنت عتبہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشیہ امویہ۔ اس طرح حضرت معاویہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خاندان جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے۔ زمانہ جاہلیت سے قریش میں معزز و ممتاز چلا آتا تھا۔ ان کے والد ابو سفیان قریش کے قوی نظام میں عقاب یعنی علمبرداری کے عہدہ پر ممتاز تھے۔ ابو سفیان آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے سخت دشمن رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی امکانی کوشش باقی نہیں رکھی۔ اس زمانہ میں اسلام کے خلاف جس قدر تحریکیں ہوئیں ان سب میں اعلانیہ یا درپردہ ان کا ہاتھ ضرور ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے دن ابو سفیان اپنے بیٹے

معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرف بہ اسلام ہوئے۔ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں دولت اسلام سے برہ دور ہو چکے تھے۔ لیکن باپ کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن یہ روایت مسلمہ روایات کے بالکل خلاف ہے اور اس کی تائید میں اور کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اس لئے ناقابل اعتبار ہے۔ تاہم اس قدر یقینی ہے کہ ابو سفیان کی اسلام سے دشمنی کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں سے کوئی خاص عناد نہ تھا۔ کیونکہ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے سے پہلے بدر واحد ایسے عظیم معرکے ہوئے۔ مگر ان میں سے کسی میں مشرکین کی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شرکت کا پتا نہیں چلتا۔ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ وہ اور ان کے والد ابو سفیان فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے۔ غزوہ حنین میں شرکت کی۔ مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ پھر آپ کا اسلام درست ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۳)

لیکن محققین کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ علامہ ذہبی، ابن عساکر اور ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق آپ ۶ھ اور ۸ھ کے درمیان اسلام لائے۔ (المستقی ص ۲۵۷)

ان کے ایمان لانے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فتح مکہ کا ارادہ فرمایا تو آپ دس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کی معیت میں ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو نماز عصر کے بعد مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲)

ذی الحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سامان اور اہل و عیال کو تو مدینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شریک ہو گئے جب آپ کا

لشکر وادی مرطران پر پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر لشکر کو اپنے خیمہ کے سامنے آگ جلانے کا ارشاد فرمایا۔ تاکہ کوئی دشمن کا جاسوس ہو تو اس پر لشکر کی کثرت کے سبب رعب پڑے۔ اسی رات ابو سفیان، حکیم بن حزام اور مدیل بن ورقہ، تحقیق احوال کے لئے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اور وہ لشکر اسلام کی کثرت کو دیکھ کر بہت مرعوب ہو گئے۔ اتفاقاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسی سمت کسی آدمی کی تلاش میں گئے، جس طرف ابو سفیان اور بدیل وغیرہم تھے۔ ابو سفیان کی

ایک روایت کے مطابق یہ الفاظ آئے ہیں۔ اللہم علم
الکتاب ومکن لہ فی البلاد وقلع العناب۔ اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ
کو کتاب کا علم سکھا۔ اور اس کو شہروں میں حکومت عطا فرما۔ اور اس
کو عذاب سے محفوظ فرما۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۱)
یہ حضور ﷺ کی اسی دعا کا نتیجہ تھا کہ آپ کو اللہ رب
العزت نے اپنی صفت عدل سے نوازا اور ان کے عدل و انصاف اور
وسیع القلبی اور لوگوں کے ساتھ مروت سے پیش آنے کی بنا پر کوئی ان
کو المہدی کہتا تھا۔ (العواصم من القواصم ص ۲۰۵) اور کوئی ان کو
المصحف کہتا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۱)

حضور ﷺ نے حضرت امیر معاویہ کے لئے ایک تو علم
الکتاب کی دعا فرمائی۔ دوسرے علم الحساب کی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور سرور کائنات ﷺ کو وضو
کرا رہا تھا کہ آپ نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور فرمائی: یا معاویہ ان
ولیت امرا "فاتق اللہ واعدل۔ اے معاویہ، اگر تجھے حکومت ملے تو
اللہ سے ڈرنا اور عدل و انصاف سے کام لیتا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۳)

فتح مکہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان اسلام
قبول کر کے اس کا باقاعدہ اعلان کیا تو حضور سرور دو عالم ﷺ نے
آپ کو اس اقدام کی مبارک باد پیش کی۔ اس کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ
حضور سرور کائنات کے ہر کاب جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لیتے رہے
اور اپنی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے، غزوہ حنین اور غزوہ
طائف میں شرکت فرمائی۔ (ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۸۔ تہذیب الاسماء
ج ۱ ص ۱۰۲)

حنین کے مال غنیمت میں سے حضور ﷺ نے آپ کو سو
اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت فرمائی۔

صرف عملی اور عملی لحاظ سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو
دربار رسالت میں قرب حاصل نہیں تھا بلکہ نسبی اور رشتہ داری کے
لحاظ سے بھی آپ کو حضور ختمی مرتبت ﷺ سے تعلق اور قرب
حاصل تھا۔ یہ تعلق دو واسطوں سے تھا۔ ایک تو یہ کہ آپ پانچویں
پشت سے حضور ﷺ کے شجرہ نسب سے مل جاتے تھے اور
دوسرے آپ حضور ﷺ کی روجہ محترمہ ام المومنین حضرت سیدہ

آواز سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو پکارا۔ انہوں نے آواز
پہچان کر کہا: ابو الفضل، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں
ہوں۔ ابو سفیان بولے: میرے ماں باپ فدا ہوں، تم یہاں کہاں؟
عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور مسلمان آگئے۔ ابو
سفیان نے پریشان حال ہو کر پوچھا: پھر کوئی تدبیر؟ حضرت عباس
رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھیوں کو تولوٹا اور انہیں غفو تقصیر اور معافی
جرم کے لئے اپنے ساتھ سوار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت
میں لے گئے۔ یہاں صبح کے وقت ابو سفیان نے اسلام قبول کر لیا۔
(ابوداؤد مع شرح عون المعبود ج ۳ ص ۱۲۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ
جب عمرہ و قضا کے لئے تشریف لائے تو میں اس وقت آپ کے رسول
ہونے کی تصدیق کرتا تھا یعنی مسلمان تھا پھر جب آپ ۸ھ میں فتح مکہ
کے موقع پر تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
اپنے اسلام کا اظہار کیا اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر
بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۱۷۔ اسد
الغالبہ ج ۳ ص ۳۸۵)

دراستہ "یہ بات زیادہ درست ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ الخمیس
سے پتا چلتا ہے کہ آپ ۶ھ اور ۸ھ کے درمیان ایمان لائے (ج ۲ ص
۳۳۱) لیکن اپنے اسلام کا اظہار اس روز کیا۔ جب آپ کے والد
محترم ابو سفیان بھی دولت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی علمی چنگلی اور سبقت ایمانی کے
پیش نظر دربار رسالت ﷺ میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل
ہوا۔ اور حضور ﷺ نے آپ کو امین مہدی اور ہادی کے الفاظ
سے یاد فرمایا (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۲۰) اور ساتھ ہی ذریعہ
ہدایت بنانے کی بھی دعا فرمائی۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۱۱)

تعلیم کتاب کی دعا آپ نے صرف عبد اللہ بن عباس یا ایک دو
اور صحابہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمائی۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۱۔ مسلم ج ۲ ص
۲۹۸) معاویہ بھی ان لوگوں میں سے ایک ہیں جن کے لئے آپ نے
ایسی ہی دعا ارشاد فرمائی۔ اے اللہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب اور
حساب سکھا دے۔ اور اسے عذاب سے محفوظ فرما۔ (کنز العمال ج ۷
ص ۸۷)

ام حبیبہ کے بھائی تھے۔

آپ کی ذہنی، فکری اور عملی خوبیوں کی بنا پر حضور سرور کائنات ﷺ کو آپ پر بہت اعتماد تھا۔ اسی اعتماد کی بدولت بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے آپ کو کتابت وحی کا منصب جلیلہ عطا ہوا۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۳۹)

(کان معاویہ) حد کتاب رسول اللہ ﷺ معاویہ رسول اللہ ﷺ کے کتابوں میں سے تھے۔ (ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۲۸) یہ عہدہ آپ کی دینی اور علمی علو مرتبت کی دلیل تھا۔ کیونکہ ظہور اسلام کے وقت قریش میں صرف ۱۷ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے جن میں سے ایک معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

سرکار دو عالم ﷺ کے بعد عہد صدیقی شروع ہوا۔ اس روز میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھائی یزید بن ابی سفیان شام بھیجے جانے والے لشکر کے امیر بنائے گئے اور خود معاویہ کو اس لشکر کے ہر اول دستے کا علمبردار مقرر کیا گیا۔ (محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ج ۴ ص ۴۷۱)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک تو امور خلافت سرانجام دینے کا بہت کم وقت ملا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے صرف دو سال تین ماہ اور دس دن خلافت کی..... اور اس دوران میں آپ کو ایک روز بھی چین کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی رحلت کے بعد مملکت اسلامیہ میں مختلف فتنوں نے سر اٹھایا۔ کہیں مائعین زکوٰۃ کا فتنہ اور کہیں مدعیان نبوت کا فتنہ، ان اندرونی فتنوں کے علاوہ بیرون ملک بھی دشمنان اسلام نے مختلف شورشیں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پھر ملکی نظم و نسق حکام کی نگرانی اور ان کا احتساب مالی انتظامات، فوجی انتظامات فوج کی اخلاقی تربیت کا اہتمام، بیرون ملک جہاد فی سبیل اللہ جاری رکھنے کے لئے سامان حرب کی فراہمی، وسعت سلطنت کے ساتھ مختلف علاقوں میں فوجی چھاؤنیوں کا قیام، ان کی نگرانی اور دیکھ بھال، بدعات کا انسداد، اشاعت اسلام کی تدابیر اور جمع قرآن جیسے اہم امور کی نشاندہی ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے ملک کی خارجہ پالیسی اور وسعت خلافت پر زیادہ توجہ دینے کی مہلت آپ کو نہ دی۔ لیکن پھر بھی عراق، شام، اجنادین، مکران اور زارہ وغیرہ کے علاقے آپ کے دور خلافت میں فتح ہو کر خلافت اسلامیہ میں

شامل ہوئے۔ (فتوح الشام ص ۱۲۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۱) خلیفہ اول کا دور مختصر، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ایک تربیتی دور تھا۔ اور اس زمانہ میں جو کمالات آپ نے حاصل کئے۔ ان کے جوہر دکھانے کا موقع آپ کو عہد فاروقی میں میسر آیا۔ حیداء عرقہ اور بیروت وغیرہ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید بن ابی سفیان کی زیر قیادت مقدمتہ الحیش کی کمان آپ ہی کے ہاتھوں میں تھی۔ ان علاقوں میں اکثر و بیشتر حصوں کی فتح آپ ہی کی مرہون منت ہے۔ خصوصی طور پر عرقہ کا علاقہ آپ کی کوششوں سے فتح ہوا۔ قیساریہ کا معرکہ جس میں یزید بن ابی سفیان سترہ ہزار فوج کے ساتھ خود تشریف لے گئے۔ بعد میں اپنے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنا کر فلسطین لوٹ آئے۔ (فتوح البلدان ص ۱۳۷) معرکہ آپ ہی کے ہاتھوں سر ہوا۔ اور اس میں رومیوں کے ۸۰ ہزار سپاہی مارے گئے۔ ۱۸ھ میں عمواس کے طاعون میں جب یزید کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کے بھائی کی جگہ دمشق کا والی مقرر کیا۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۸۲، استیعاب ج ۱ ص ۲۲۱ ابن خلدون ج ۳ ص ۲، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۳ تاریخ الخلفاء ص ۱۹۳) آپ کے دور گورنری میں دمشق نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی۔ سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے سیاسی اور انتظامی لحاظ سے یہ بہت ضروری تھا کہ مسلمانوں کا ظاہری دبہ اور رعب داب بھی اہل کفر کے دلوں پر رہے۔ اس لئے آپ نے ظاہری شان و شوکت کے طریق بھی اختیار کئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ظاہر شان و شوکت کے طریقوں کو پسندیدگی کی نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاسی حکمت عملی کے پیش نظر آپ نے انہیں یہ ذرائع اختیار کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس سے واپسی پر دمشق تشریف لے گئے۔ تو آپ نے بڑی شان و شوکت سے امیر المومنین کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ شان بان دیکھ کر نا پسندیدگی کا اظہار کیا۔ جواب میں امیر معاویہ نے یہ عذر پیش کیا کہ ہم ایک ایسی سرزمین پر رہتے ہیں جہاں دشمن کو مرعوب کرنے والی شے صرف یہ ظاہری شان و شوکت ہے یہاں اسی میں اسلام اور اہل اسلام کی عزت کبھی جاتی ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف بھی اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت امیر

تھے۔ آپ ﷺ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کی حدود کو مزید وسعت بخشی اور شام کے ساتھ ساتھ فلسطین، اردن اور لبنان کا پورا علاقہ بھی آپ کے تصرف میں دے دیا۔ چنانچہ خلافت عثمانی کے دور میں آپ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ اس دور میں آپ نے طرابلس شام کو فتح کیا۔ عموریہ پر فوج کشی کی اور طلیطلہ پر قبضہ کیا۔ نیز ایشیائے کوچک میں شامی سرحدوں کے قریب دوروی قلعے فتح کئے۔ اور قبرص پر بحری حملہ کرنے کے لئے بحری بیڑا تیار کرنے کی اجازت جناب امیر المومنین سے طلب کی اور قبرص کی فتح کے بعد تنگنائے قسطنطنیہ تک بڑھتے چلے گئے۔

قبرص جس کو آج کل ساپرس بھی کہتے ہیں۔ بحیرہ روم میں شام کے قریب ایک نہایت خوبصورت اور زرخیز جزیرہ ہے اور یورپ اور روم کی طرف سے مصر اور شام کی فتح کا دروازہ..... اس مقام کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ کیونکہ مصر و شام جواب تک مسلمانوں کے زیر نگین ہو چکے تھے۔ کی حفاظت اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی رومیوں کا خطرہ دور ہو سکتا تھا۔ جب تک کہ یہ بحری ناکہ مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آئے۔ اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نظر اس زرخیز اور اہم جزیرہ پر تھی۔ اس زمانہ میں خلیفہ دوم سے فوج کشی کی اجازت بھی طلب کی تھی۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت نہ دی تھی..... آخر ۲۸ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قبرص پر لشکر کشی کی اجازت مرحمت فرما دی۔ دربار خلافت سے اجازت ملتے ہی آپ نے بحریہ کی تشکیل کی۔ اور پانچ سو جہازوں کا ایک بحری بیڑہ مرتب کیا۔ جو صحیح و سلامت قبرص پہنچ کر لنگر انداز ہوا اور اہل قبرص نے خراج دینے کے علاوہ چند شرائط پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج سے صلح کر لی۔ اہل قبرص کچھ مدت تو اس معاہدہ پر قائم رہے۔ لیکن بعد میں انکار کر دیا۔ اور ۳۳ھ میں انہوں نے مسلمانوں کے خلاف رومی بحریہ کی امداد کی۔ جس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ قبرص پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور اسے ممالک محروسہ میں شامل کر لیا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۰۷)

تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ سب سے پہلا بحری لشکر جس

معاویہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ حکیمانہ جواب سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے! امیر المومنین دیکھئے کس احسان طریق سے انہوں نے اپنے آپ کو الزام سے بچا لیا ہے امیر المومنین نے جواب دیا اسی لئے تو ہم نے ان کے کاندھوں پر یہ بار گراں ڈالا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۳۲، تہذیبی ج ۴ ص ۲۷۱۔ کتاب الاعلام ج ۳ ص ۱۵۲)

تاریخ اسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب عمیر رضی اللہ عنہ کو محض کی گورنری سے معزول کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ گورنر مقرر فرمایا۔ تو کچھ لوگوں نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے سامنے معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بعض بے جا باتیں کیں۔ ان کے جواب میں حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا تذکرو! معاویۃ الا بخیر لانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہم ھلہم معاویہ رضی اللہ عنہ کی بات اگر کرنی ہے تو اچھائی اور خیر سے کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود فرماتے سنا ہے کہ اے اللہ معاویہ کو ذریعہ ہدایت بنا۔ (ترمذی ج ۲ ص ۲۴۷۔ تاریخ کبیر ج ۴ ص ۳۲۸)

محمد حسنین بیگل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ شام سے واپسی میں جابیہ کے مقام پر پہنچ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسہ کو معزول کر کے ان کی جگہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے شرجیل بن حسہ کی معزولی کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کسی ناراضگی کی وجہ سے انہیں معزول نہیں کیا۔ بلکہ اس لئے معزول کیا ہے کہ وہاں ایک مضبوط سیاسی گورنر کی ضرورت تھی۔ (افخاروق ج ۱ ص ۲۹۸)

شرجیل بن حسہ کی معزولی کے بعد شام کا پورا صائبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپرداری میں آگیا اور ان کی ایک ہزار روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی۔ (استیعاب ج ۱ ص ۲۶۲) ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے بہت متاثر تھے۔ اور ان کی صلاحیتوں کا آپ کو اعتراف تھا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۳، طبری ج ۲ ص ۱۲۷)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ان ہی نظریات کے قائل

جس سال امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ اس سال کو ”عام الجماعة“ کہتے ہیں۔ کیونکہ ملت اسلامیہ نے پانچ سو سال کے تفرقہ و تشتت کے بعد اس سال ایک خلیفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اجماع کیا۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۵۳۔ طبری ج ۶ ص ۸۸۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۶۱ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۷۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۹۴)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خارجی جنگوں اور اسلام کی نشرو اشاعت میں تعطل پیدا ہو گیا تھا۔ امیر معاویہ کے خلیفہ ہونے پر مسلمانوں نے وقتی طور پر قدرے سکون کا سانس لیا غیر مسلم مورخین نے بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کو دولت اسلامیہ کا دوسرا موسس کبیر لکھا ہے۔

مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اپنی کم ہمتی اور کار خلافت کی دشواریوں کو واضح کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ تم سے کئی ایسے ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں۔ جیسے عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عمرو وغیرہا جو کہ علم و فضل کے ستون ہیں۔ لیکن شاید سلطنت اور حکومت کے معاملات میں تمہارے لئے مفید ہو سکوں۔ اور تمہارے دشمن کے لئے زیادہ تکلیف دہ اور مالی اعتبار سے تمہارے لئے زیادہ سود مند ہوں گا۔“ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۴)

عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عباس کے قول کے مطابق مارایت رجلا خلق بالملک من معاویہ۔ تمہیں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ امور مملکت کے لائق اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (التاریخ الکبیر بخاری ج ۳ ص ۳۲۷۔ طبری ج ۵ ص ۳۳۷۔ ابن اثیر ج ۳ ص ۳۴۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۵)

مولانا ابوالکلام آزاد نے خلافت کے موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: خلافت عربی کی ایک صمد ہے۔ اس کا مادہ ہے۔ ”خلف“ اور اسی سے ہے ”خلیفہ“ خلیفہ کے لغوی معنی نہایت اور قائم مقامی کے ہیں۔ من قولک خلف فلان فلانالی ہنالامرافاتلم مقامہ فہی بعلم۔ (ابن فارس) یعنی اگر ایک شخص کسی دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب مقام قائم ہوا۔ تو یہ خلافت عربی

نے ۲۸ھ میں قبرص کو فتح کیا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھا۔ (عمدة القاری شرح صحیح بخاری ج ۱۳ ص ۱۶۵-۱۹۸) اور اسی میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا شریک تھیں جن کو خواب میں حضور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح قبرص کی بشارت دی تھی۔ قبرص سے واپسی پر حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا گھوڑے پر سوار ہوتے وقت گر پڑیں اور انتقال کر گئیں۔ (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۵ ص ۱۰۴۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۷۵) گویا مسلمانوں میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے بحریہ کی تشکیل کی اور بحری بیڑہ قائم کیا۔ جس سے بحیرہ روم مسلمانوں کا مرکز جنگ بن گیا۔ (فتوح البلدان ص ۱۶۰) اور مسلمانوں کے لئے آئندہ بحری مہمات کا راستہ کھل گیا۔ اسی زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں بحر روم کے ساحل پر اور انطاکیہ سے لے کر طرطوس تک فوجی آبادیاں قائم کیں۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۴۴) جس سے ایک تو اسلامی حکومت کے دفاع کو بہت زیادہ فائدہ پہنچا اور دوسرے مسلمان دور دراز علاقوں تک پھیل گئے۔ جس سے اشاعت اسلام کو کافی تقویت ملی اور بحر روم پر چم لہرانے لگا۔ ان کارناموں میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی حمیت کے ساتھ ساتھ سیاسی حکمت عملی کا بھی بہت دخل تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے مختصر دور خلافت میں گوناگوں تکالیف مصائب و آلام اور پریشانیوں کا شکار ہونا پڑا۔ جن کرب انگیز حالات میں آپ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان کیا۔ ان کی تفصیلات ایک الگ موضوع کی حامل ہیں۔ اس تمام رونداد کی تفصیل کے نکات یہ ہیں: کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ۸ھ میں اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے انتقال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق دمشق کی گورنری پر فائز کئے گئے۔ ۳۱ھ تک آپ دمشق اور اس کے ملحقات کے گورنر رہے۔ اور پھر اسی سال مملکت اسلامیہ کے امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین بن گئے۔ اور باقاعدہ دولت امویہ کی بنیاد رکھی۔ تاریخ اسلام کے مختلف حوالوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ ۲۳ سال کی گورنری کے بعد ایلیا (دمشق) کے مقام پر خلیفۃ المسلمین بنے۔ (طبری ج ۲ ص ۹۴۔ مروج الذهب ج ۲ ص ۵۳۔ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴)

اور لغت میں اس میں خلیفہ یعنی بعد کو آنے والا اور قائم مقام کہیں گے۔ خواہ یہ نیابت سابق کی موت و عزل کی وجہ سے ہوئی یا غیبت کی وجہ سے یا اپنا اختیار اور منصب سپرد کر دینے کی وجہ سے۔

تاریخ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت اپنے خصائص و نتائج کے اعتبار سے دو بڑے سلسلوں میں منقسم ہو گئی۔ خود آنحضرت ﷺ نے نہ صرف ان کی پیشتر سے خبری دے دی تھی۔ بلکہ تمام علائم و خصائص صاف صاف بیان کر دیئے تھے۔ اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں۔ وہ کثرت طرق، شریعت متن، قبول طبقات کی بنا پر حد تو اتر تک پہنچ چکی ہیں۔ پہلا سلسلہ خلافت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا تھا۔ جن کا خلافت منہاج نبوت پر تھی یعنی وہ صحیح و کامل معنوں میں منصب نبوت کے جانشین اور جامعیت رسالت ﷺ کے قائم مقام تھے۔ ان کا طریق کار ٹھیک ٹھاک طریق نبوت کے مطابق تھا۔ اس لئے گویا عہد نبوت کا ایک آخری جزو تھا۔ اور جس طرح وجود نبوت میں مختلف شرعی اجتہاد و امر حکومت و فرمانروائی اور اقوام و نظام شرع، نظام شریعت اور نظام سیاست یہ تمام قوتیں ان کی ذات واحد میں جمع تھیں۔ ان کی حکومت سچے اور حقیقی اسلامی نظام پر تھی یعنی حکومت شوریٰ جس کو آج کل کی زبان میں ایک ناقص تشبیہ کے ساتھ ری پبلک کہہ سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہو گیا۔

دوسرا سلسلہ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و پادشاہت کا تھا۔ جب کہ عجمی بدعتیں خالص اور اسلامی و عربی تمدن سے مل کر ایک نیا دور شروع کر رہی تھیں۔ یہ سلسلہ خلافت اگرچہ بعد کی خلافتوں کے مقابلے میں پہلے سے اقرب تھا۔ لیکن خلافت راشدہ کے حقیقی خصائص ناپید ہو گئے تھے۔ خلفاء بنو امیہ سے لے کر آج تک جو سلسلہ خلافت اسلامیہ جاری ہے۔ وہ اسی دوسری قسم میں داخل ہے۔ احادیث میں پہلے سلسلہ کو سرزمین کو جولانگاہ بنا دیا اور سفدر فوج کشی کی اور بخارا کے کوستانی علاقہ کو عبور کر کے رامنہ، نصف اور بیکند فتح کئے۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۷) ۵۵ھ میں عبید اللہ بن زیادہ کی جگہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعید والی مقرر ہوئے۔ انہوں نے عبید اللہ کی مہم کو جاری رکھا اور جیچوں کو پار کر کے آگے بڑھے۔ اس زمانہ میں ایک خاتون قبیل حکمران تھی۔

اس نے صلح کر لی لیکن م باشندوں نے یہ صلح منظور نہ کی اور ایک لاکھ ۲۰ ہزار کی تعداد میں مقابلہ کے لئے نکل آئے۔ ان کی تیاری دیکھے قبیل خاتون نے صلح توڑ دی۔ بخاری میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ سفدیوں میں باہم پھوٹ پڑ گئی اور ایک ہمار ترک غلام اپنی جماعت لے کر الگ ہو گیا۔ اس سے ترک کمزور پڑ گئے۔ قبیل دوبارہ صلح کرنے پر مجبور ہو گئی اور بغیر جنگ کے مسلمان بخاری میں داخل ہو گئے۔ صلح کی شرط یہ تھی کہ اہل بخاری (بخارا) سات لاکھ سالانہ خراج دیا کریں گے۔ اس شرط پر مسلمان شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل گئے (فتوح البلدان ص ۴۱۷-۴۱۸) اس کے بعد مسلمانوں نے سمرقند کا رخ کیا۔ اس مہم میں قبیل خاتون نے مسلمانوں کو ہر طرح کی امداد پہنچائی اور انہوں نے سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ تین روز تک اہل شہر پر زور مدافعت کرتے رہے۔ تیر بازی کا مقابلہ ہوا تو سعید بن العاص اور مہلب بن ابی صفہ کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو گئی۔ بہت سے اہل شہر بھی زخمی ہوئے اور جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس کے باوجود مسلمان نہایت ہمت و استقلال کے ساتھ جئے رہے۔ سمرقندیوں کو جب اس بات کا یقین ہو گیا کہ مسلمان فتح کے بغیر نہ ہلیں گے اور بزور شمشیر قبضہ کرنے میں زیادہ کشت و خون ہو گا تو انہوں نے بھی اس شرط پر صلح کر لی اور وہ سات لاکھ سالانہ خراج دیں گے۔ مسلمانوں نے نقض عہد کے خطرہ کے پیش نظر شہر کے چند لڑکے بطور یرغمال لئے اور اس صلح کے بعد ترمذ پہنچے۔ یہاں کے باشندوں نے بغیر جنگ کے صلح کر لی۔ (فتوح البلدان ص ۴۱۷)

خلافت راشدہ کے زمانہ میں شمالی افریقہ کا کافی حصہ فتح ہو چکا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس میں بڑا اضافہ ہوا اور یہاں مسلمانوں کی قوت بہت مضبوط ہو گئی۔ ۴۱ھ میں عقبہ میں نافع نے فوج کشی کی اور لواتہ اور زناتہ تک پہنچ گئے۔ یہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر ۴۲ھ میں انہوں نے غذا مس پر قبضہ کیا۔ ۴۳ھ میں سوڈان کے بعض حصے فتح کئے۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۹۷) اسی زمانہ میں معاویہ بن خدیج نے افریقہ کے ایک بڑے اور خوبصورت ساحلی شہر بنزرت کو فتح کیا اور ردیف بن ثابت انصاری نے جزیرہ جربہ پر قبضہ کر لیا۔ (المونس ص ۲۵) ۴۵ھ میں

داخل ہوا۔ قسطنطنیہ مشرقی کلیسا کا مرکز تھا اس لئے رومیوں نے مدافعت میں پوری طاقت صرف کر دی یہ مسلمانوں نے بھی جوش جہاد میں بڑا پر جوش مقابلہ کیا۔ دونوں میں کئی خون ریز معرکے ہوئے۔ مسلمانوں کا شوق شہادت اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک مجاہد عبدالعزیز بن زرارہ کلبی شہادت کی تمنا میں بار بار آگے بڑھتے تھے لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوتی تھی۔ آخر میں بے محابہ دشمن کی صفوں میں بڑھتے چلے گئے۔ رومیوں نے نیزوں سے چھید کر شہید کر دیا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۸۲) قسطنطنیہ کی فصیل بہت اونچی اور سنگین تھی۔ رومی اس کے اوپر سے آگ برسا رہے تھے اور مسلمان نشیب میں تھے اس لئے انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا اور چند دنوں کے محاصرے کے بعد وہ ناکام لوٹ آئے۔

اس محاصرہ کے دوران میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے ان سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی وصیت ہو تو فرمائیے۔ پوری کی جائے گی۔ فرمایا جہاں تک ہو سکے دشمن کی سرزمین میں لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ انتقال کے بعد آپ کی لاش قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے جا کر دفن کی گئی اور مسلمانوں نے رومیوں سے کہلا دیا کہ اگر تم نے لاش کی کوئی بے حرمتی کی تو پھر اسلامی سلطنت کی حدود میں کبھی ناقوس نہ بج سکے گا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۶۳۸) قسطنطنیہ کی فتح کے بعد ترکان عثمانی نے آپ کے مزار پر مقبرہ اور اس سے متعلق مسجد بنوائی جو آج تک زیارت گاہ خلافت ہے خلفاء کی رسم تہجدی اسی مسجد میں ادا کی جاتی ہے۔

شام کے ساحلی علاقہ کو رومیوں کے حملے سے محفوظ رکھنے کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں بحر روم کے جزائر پر قبضہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جزیرہ قبرص اسی زمانہ میں فتح کیا تھا۔ اپنے زمانہ میں آپ نے ایک دوسرے جزیرہ روڈس کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ اناطولیہ کے قریب جنوب مغرب میں نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ بوجہ غلبہ طریق ہدایت و نبوت خلافت کے لفظ سے اور دوسرے کو بوجہ جلب سیاست و شخصیت پادشاہت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی کی نسبت کہا تھا کہ ہم نے عہد ملوکی پر قناعت کر لی (مسئلہ خلافت ص ۹)۔

معاویہ بن حذاف نے دوبارہ بڑے اہتمام سے فوج کشی کی۔ عبداللہ بن عبدالعزیز، ابن زبیر اور عبدالملک وغیرہ صحابہ اور اکابر قریش ساتھ تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سوسہ اور عبدالملک نے جلواء فتح کیا۔ جلواء نامی ایک مقام عراق میں ہے جہاں عہد فاروقی میں بڑا زبردست معرکہ ہوا تھا۔

افریقہ کے بربری بڑے باغی اور سرکش تھے۔ جب تکان کے سر پر فوجی قوت مسلط رہتی وہ مطیع رہتے۔ جیسے ہی وہ آزاد ہوتے فوراً باغی ہو جاتے اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ انہوں نے دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نو مسلم بربریوں کو ساتھ لے کر باغی علاقہ میں گھس کر باغیوں کا قلع قمع کر دیا اور آئندہ اس کے انداد کے لئے شہر قیروان بسایا اور یہاں مسلمان آباد کر کے فوجی چھاؤنی قائم کی (المونس ص ۲۶) اس سے افریقہ میں بغاوت کا خطرہ بہت کم ہو گیا۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قسطنطنیہ کی رومی حکومت تھی۔ ان کا زیادہ مقابلہ اسی سے رہتا تھا مصر و شام کے ساحلی علاقے اس کی بحری زد میں تھے۔ اسی کی روک کے لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑا قائم کیا تھا۔ اپنے زمانہ میں رومیوں کے حملہ سے بچاؤ کے لئے انہوں نے بڑے انتظامات کئے۔ بحری بیڑے کے ساتھ ایک مستقل گرمائی فوج قائم کی جو صرف رومیوں سے برسرِ پیکار رہتی تھی۔ کوئی سال بحری جنگ سے خالی نہ جاتا تھا۔ عبداللہ بن قیس حارثی، جنادہ بن ابی امیہ، عبدالرحمان بن خالد بن ولید، بسر بن ابی ارطاة، مالک بن ہبیرہ، فضالہ بن عبید اور یزید بن شجرہ وغیرہ مختلف برسوں میں بحری معرکوں میں مشغول رہے لیکن ان میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے۔ البتہ قسطنطنیہ پر حملہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ قسطنطنیہ اس زمانہ میں مشرقی یورپ کا قلب تھا۔ ۴۹ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے اہتمام سے اس پر فوج کشی کی اور سفیان بن ازدی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسطنطنیہ کے فاتحین کو بشارت دی تھی اس لئے بہت سے ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ اس جہاد میں شریک ہوئے اور اسلامی بیڑہ بحیرہ روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں

ساتھ متعدد و مفتوحہ علاقوں میں بھی بغاوت پھیلی۔ ۳۱ھ میں بلخ، ابو شیح اور باز غیس کے باشندے باغی ہو گئے۔ مشرقی دلابت کے صوبہ دار عبداللہ بن عامر نے قیس بن لہم کو خراساں کا والی مقرر کر کے بغاوت فرو کرنے پر مجبور کیا۔ یہ سیدھے بلخ پہنچے اور یہاں کے آتش کدہ کو مسمار کر کے اہل بلخ کو مطیع بنایا اور عبداللہ بن خازم نے ہرات، بو شیح اور باز غیس کے علاقوں کو قابو میں کیا (ابن اثیر ج ۳ ص ۱۶۶) ۳۳ھ میں کابل کا علاقہ باغی ہو گیا۔ عبدالرحمان بن سمرہ اس کو فرو کرنے کے لئے مامور ہوئے۔ یہ باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل پہنچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا اور سنگ باری کر کے شہر کی دیواریں و شیع کر دیں۔ کابلویں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمان انہیں شکست دے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ - عصفوی کا بیان ہے کہ خود شہر پناہ کے دربان نے پھاٹک کھول دیئے تھے (ج ۲ ص ۲۵۸) کابل پر قبضہ کے بعد مسلمانوں نے بست کو لیا پھر رزان کی طرف بڑھے۔ اہل رزان نے خود شہر خالی کر دیا اور بغیر جنگ کے اس پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد طارستان کی طرف بڑھے۔ یہاں کے باشندوں نے بھی سپر ڈال دی اور مسلمان رنج پر قبضہ کرتے ہوئے غزنی پہنچے۔ غزنویوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہیں بھی شکست ہوئی اور پورے باغی علاقہ پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۲۷۴) ۳۷ھ میں اہل غور نے بغاوت کی۔ اسے حکم بن عمرو غفاری نے فرو کیا۔ الغرض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جہاں جہاں بغاوت اور شورش کے آثار نظر آئے۔ ان کا انہوں نے فوراً تدارک کیا اور مفتوحہ ملکوں کا ایک ٹکڑا بھی مسلمانوں کی دسترس سے باہر نہ جانے دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمنوں کے دلوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ تاثر ختم ہو گیا جو دشمنوں کے دلوں میں مسلمانوں کی خانہ جنگی سے پیدا ہوا تھا۔

مسلمان خلافت راشدہ ہی میں سندھ پہنچ چکے تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو سمتوں سے غیر منقسم ہندوستان نے ان دونوں کو باہم اس قدر مخلوط کر دیا ہے۔ پھر اس زمانہ کا جغرافیہ اور قدیم نام اتنے بدل گئے ہیں کہ آج ان دونوں کو علیحدہ کر کے دکھانا مشکل ہے۔ خیبر کے راستہ سے سب سے اول ۳۴ھ میں مہلب بن ابی صفر نے فوج کشی کی اور کابل کو طے کر کے ہندوستان کی سرزمین

انہیں زکریا نے لکھا ہے: "خلافت بدل ملوکیت تھی۔ پھر دونوں میں القیاس ہو گیا اور معانی میں اشتباہ ہو گیا اور ملوکیت خلافت سے جدا ہو گئی کیونکہ حقیقت ملوکیت عصیت خلافت سے بالکل مختلف تھی۔ جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ملک اور ملک یہ دونوں کلمات پاک اور بے عیب تھے کہ انہیں کوئی بھی بدایا حقیر نہیں سمجھتا تھا۔ مگر جب بنو امیہ کے مخالفین نے خلفائے دمشق کو ان الفاظ سے یاد کیا تو یہ الفاظ حقیر ہو گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب تم بادشاہ بنو تو احسان کرنا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بہت تجربہ کار تھے اور کئی برسوں سے اسلامی لشکروں کی قیادت کر رہے تھے۔ نہ صرف آپ بلکہ آپ کا سارا خاندان اسی میدان کا شہسوار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے عمان حکومت اپنے ہاتھوں میں لی تو آپ کے عہد میں کافی فتوحات کا اضافہ ہوا۔ ان کامیابیوں اور کامرانیوں میں آپ کے تجربہ، ہمت اور حوصلے کو بھی بہت دخل تھا۔ آپ کی فکری اور عملی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے اسلامی حکومت کی پہنائیوں میں ہر جانب خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ اور اسلامی پرچم سمندروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے جہازوں کی مدد سے دشت و صحرا میں بھی لہرانے لگا۔ گو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی میں افریقہ اور خصوصی طور پر شمالی افریقہ کا کافی حصہ اسلامی حکومت میں شامل ہو چکا تھا۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ چونکہ باہمی خانہ جنگیوں کا دور تھا۔ جس کی وجہ سے بیرونی فتوحات کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ ان خانہ جنگیوں کا دور تھا۔ جس کی وجہ سے بیرونی فتوحات کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ ان خانہ جنگیوں کی بنا پر نئے مفتوحہ علاقوں میں بھی طرح طرح کی شورشیں برپا ہو رہی تھیں اور بغاوت کے آثار نظر آرہے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکومت سنبھالتے ہی جہاں امن و امان قائم کرنے کی سر توڑ کوششیں کیں وہاں بیرونی فتوحات کی طرف بھی توجہ مرکوز کی۔ ان کی ان کوششوں سے دشمنان اسلام کے دلوں میں پھر سے مسلمانوں کا رعب اور دبدبہ بیٹھ گیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اندرونی شورش کے ساتھ

میں قدم رکھا۔ سرحدی علاقہ کے باشندوں نے مزاحمت کی۔ مہلب انہیں شکست دیتے ہوئے قیقان (قلات) کی طرف بڑھے۔ یہاں چند ترک سواروں کا مقابلہ ہوا۔ یہ سب مارے گئے وار مہلب مال غنیمت لے کر واپس لوٹ گئے۔

مہلب کے بعد عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن سوار عبدی کو سرحدی علاقہ کا حاکم بنایا۔ انہوں نے بھی قیقان پر حملہ کیا اور یہاں کے گھوڑے مال غنیمت میں حاصل کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کئے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر واپس آئے۔ اس مرتبہ جنگ میں کام آگئے۔ اس کے بعد سان بن ابی سان ہذلی کا تقرر ہوا۔ انہوں نے مکران کے صوبہ کو جو باغی ہو گیا تھا۔ دوبارہ فتح کر کے یہاں نظام حکومت قائم کیا۔ پھر ان کی جگہ راشد بن عمرو ازدی مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی قیقان پر حملہ کیا اور کچھ کامیابی ہوئی تھی کہ مید قوم کے مقابلہ میں کام آگئے۔ ان کے بعد پھر سان بن سلمہ آئے۔ یہ بڑے منتظم اور مدبر تھے۔ انہوں نے دو سال میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور آخر بدھا کے معرکہ میں مارے گئے تب زیاد کالہ کا عبادان کا قائم مقام ہوا۔ یہ سیستان کے راستہ سے سارود سے رود کے کنارے کنارے ہند مند (ملمند) ہوتا ہوا کش پہنچا اور رود کو عبور کر کے قندھار پر حملہ آور ہوا۔ اہل قندھار نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے لیکن فتح انہی کے ہاتھوں میں رہی اور قندھار پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

قندھار کے بعد زیاد نے منذر بن جارد کو سندھ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بوقان اور قیقان کے علاقہ میں فوجیں پھیلا دیں۔ اس دوران میں قصدار کے باشندے باغی ہو گئے۔ منذر نے انہیں قابو میں کر لیا۔ ان کے بعد ہری باہلی آئے۔ انہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کر لیں اور سلسلہ برابر قائم رہا۔ (پنج نامہ۔ فتوح البلدان ص ۴۳۹-۴۴۰)

۵۴ھ میں عبید اللہ بن زیاد خراسان کا والی مقرر ہوا۔ یہ بڑا حوصلہ مند تھا۔ اس نے ترکستان کا تھا۔ یہاں ہر قسم کے میوے ہوتے تھے۔ ۴۲ھ میں جنادہ بن امیہ نے اس کو فتح کیا اور یہاں مسلمانوں کی آبادی قائم کی۔ اس زمانہ میں سسلی پر حملہ ہوا مگر فتح نہ ہو سکا۔ (فتوح البلدان ص ۲۴۳۔ معجم البلدان ذکر روڈس)

پھر ۵۴ھ میں ایک دوسرے جزیرہ ارواڈ کو جو قسطنطنیہ کے قریب ہی ہے فتح کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہاں بھی مسلمانوں کی ایک نو آبادی قائم کی۔ ارواڈ کی فتح میں جنادہ کے ساتھ مجاہدین کی کوششیں بھی شریک تھیں۔ اسی زمانہ میں صقلیہ پر حملہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارواڈ کی تسخیر کے بعد اسے بری حملوں کے لئے صدر مقام قرار دیا (معاویہ بن ابی سفیان۔ ابی نصر ص ۶۹) صقلیہ کو عباسیوں نے فتح کیا۔

انہیں زکریا نصولی نے لکھا ہے: کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ایسی صفات تھیں کہ بہت کم لوگوں میں ہوتی ہیں۔ اپنی رعایا کے ساتھ شدت کا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ آپ بہت بردبار تھے۔ باوجودیکہ آپ کسی کا خون بہانا پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ یہ مشہور ہے کہ میلہ کذاب کو آپ ہی نے قتل کیا تھا۔ اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ فینقیہ اور اردن کو فتح کیا اور اس بحری بیڑے کی قیادت کی جو فتح قبرص کے لئے شام سے روانہ ہوا تھا۔ اس سے پچھتر مسلمان بحر روم میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے قبرص کی جنگ کی درخواست کی مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کو لکھا کہ قبرص ہم سے قریب ہے اور اس کی فتح آسان ہے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر آپ اپنی بیوی کے ساتھ سمندر کا سفر کریں تو آپ کو اجازت ہے ورنہ نہیں (فتح القدس بلاذری ص ۱۵۲) لہذا معاویہ رضی اللہ عنہ مندر میں عکا سے سوار ہوئے۔ آپ کے ساتھ بہت ساری کشتیاں تھیں۔ رفیق سفر قاتلہ بنت قرقہ آپ کی بیوی بھی تھیں۔ (۲۹ھ ۶۴۹ء) بلاذری مزید لکھتا ہے کہ قبرص کی تسخیر کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار افراد کو اس شہر میں بھیجا جو وہاں ملازم ہوئے۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر مسجدیں بنوائیں اور ان میں سے ایک گروہ، طلبک سے ادھر چلا گیا اور ایک شہر آباد کیا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مصنف انیس زکریا نصولی مزید لکھتا ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرح بہادر سپاہی نہیں تھے مگر اول درجہ کے عظیم جنگ تھے۔ چنانچہ سوریا کا لشکر اسلامی لشکروں میں قوت و انتظام کے اعتبار

سب سے بڑا تھا۔ عراقیوں نے جنگ صفین میں آپ کے لشکر کو دیکھا تو تعجب کیا اور ایک عراقی نے کہا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ شامی کتنے اچھے ساز و سامان والے ہیں اور ہم کیسے بد حال ہیں۔ پھر یہ کہ شامی لشکر میں سے جو بھی جنگ صفین پر گیا اور اس نے کس پامردی سے جنگ کی کہ حضرت علیؓ مجبور ہو گئے کہ اپنے لشکر میں زندگی کی سرور ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ان کے صبر و استقلال سے ڈرنا نہیں کیونکہ قسم بخدا ان میں حمیت عربیہ صرف اپنے مرکز و علم کی حد تک ہے (طبری ج ۱ ص ۳۳۲)

سوری لشکر چونکہ بلاویں غلبہ سے جنگ آزار رہتا تھا۔ لہذا ان میں حرکت دمشق قتل پائی جاتی تھی مگر غارتوں کو فرو کرنے کے لئے صوبہ جات کے لشکر ہی کام آتے تھے۔ حضرت معاویہؓ اپنے شامی لشکر کو صوبہ جاتی لشکر سے علیحدہ ہی رکھتے تھے شاید اس لئے کہ یہی لوگ تو ان کی حکومت کی بنیاد تھے۔ ڈر تھا کہ وہ کہیں دوسروں سے مل کر اپنے حقیقی اوصاف نہ کھو بیٹھیں۔

عراقی اور شامی لشکر کا تقابل مقصود ہو تو کہنا پڑتا ہے کہ اول الذکر یہ مہمات میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا کیونکہ ان میں ترمود سرکشی زیادہ تھی چنانچہ حضرت علیؓ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ معاویہؓ اکھڑ بابلوں کو بلاتا ہے تو ہو بغیر عطیہ و داد و ہش کے اس کا اتباع کرتے ہیں اور سال میں دو تین بار جدھر چاہے ادھر نہیں لے جاتا ہے اور میں نہیں بلاتا ہوں حالانکہ تم عقلمند ہو اور عطیات پاتے ہو۔ مگر تم نافرمانی کرتے رہتے ہو۔ میرے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہو اور میری مخالفت کرتے ہو (طبری، تاریخ ہجری ج ۱ ص ۳۴۱) اہل شام کی اطاعت و فرمانبرداری پر ابن طفیل کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے۔ اسے معاویہؓ آپ شام میں تھے۔ تو سب آپ کے فرمانبردار تھے (عن العقد الفرید ج ۱ ص ۴۰۷) اور قیس بن یسہم نے اہل عراق سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ شامی بہت زیادہ اطاعت پذیر تھے۔ قیس کا کہنا ہے کہ میں نے اہل شام کو دیکھا ہے کہ وہ سردار شام کی بات خوشی خوشی مانتے ہیں اور ہم لوگ موسم گرما کے غزوات میں ہوتے ہیں اور ایک ایک کے پاس ہزار ہزار اونٹ ہوتے ہیں مگر شامیوں کے سردار کے پاس صرف ایک گھوڑا

ہوتا ہے بلکہ اس پر بھی ایک اور آدمی وہ اپنے ساتھ بٹھالیتا ہے۔ (طبری ج ۲ ص ۸۰۶) حجاج نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ اہل عراق شقاق ہیں (عن العقد الفرید ص ۲۶۹) معاویہؓ جانتے تھے کہ لشکر کے دل کیسے جیتے جاتے ہیں انہوں نے لوگوں کو معمولی وظائف دینے کے علاوہ اور دو چنندہ چند دیا۔ در آنحانہ زیاد اور مغیرہ کے زمانے میں عراقی لشکر کو وظائف بھی پابندی سے نہیں دیئے جاتے تھے۔ اور اگر دیئے جاتے تھے تو بہت تھوڑے۔ انہوں نے اپنی قوم میں سے ہر طرف کے لئے دو دو ہزار درہم مقرر کر رکھے تھے اور اگر کوئی مرجاتا تو اس کے چچا زاد کو جنگ کے دوران میں اس قدر رقم ملتی رہتی (اخبار اللہ ج ۱ ص ۱۹۹) حضرت عمر خطابؓ نے اشراف کے لئے جو رقم مقرر کر رکھی ہے یہ رقم اس کے مماثل تھی۔ علاوہ بریں جب کبھی حضرت معاویہؓ کسی لشکری میں حسن خدمت کا جذبہ دیکھتے تو اسے اور زیادہ دینے اور جو بھی لشکر فتوحات کے لئے روانہ ہوتا آپ انہیں اموال دیتے۔ ان کے گھر والوں کی خبر گیری کرتے۔ جان بحق ہونے والوں کے ہاں بہ نفس نفیس جاتے اور تعزیت کرتے۔ جب روڈس اور دوسرے شہر فتح ہوئے تو آپ نے ایسا ہی کیا۔ روڈس پر جنادہ بن امیہ ازدی نے چڑھائی کی تھی جو حدیث کے زاویوں میں سے ہے۔ حضرت معاویہؓ نے آپ سے کہا تھا کہ روڈس میں مسلمانوں کو آباد کر دیں۔ یہ واقعہ ۵۲ھ ۶۷۲ء کا ہے۔ بنو امیہ نے اس مقام کو رومیوں کے جہازوں کو لونٹنے کے لئے اڑھ ہزار کھاتا تھا (فتوح البلدان ص ۲۲۶) ابن خلدون ص ۱۸

روڈس بڑا سرسبز و شاداب علاقہ ہے۔ زیتون، انگور، پھل اور شیریں پانی کی بہتات ہے۔ حضرت معاویہؓ اپنے اس لشکر کو عطیات بھیجتے رہتے تھے۔ رومی ان سے بہت خائف ہو گئے تھے۔ اس بحری قائد کے ہاتھوں جزیرہ اردی بھی فتح ہوا۔ اردی کو ابن اثیر نے ارواؤ لکھا تھا۔ یہ قسطنطنیہ کے قریب واقع ہے۔ اس کی فتح ۵۳ھ ۶۷۳ء میں ہوئی اور کریت پر آپ نے چڑھائی کی جسے مورخین عرب باقر لیل کہتے ہیں۔ (فتوح البلدان ص ۳۲۶) معاویہؓ کے لوگوں میں بحری جنگ کا ماہر صرف ایک جنادہ بن امیہ ہی نہیں تھا بلکہ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ جیسے معاویہؓ بن غدیج کندی جس نے صقلیہ پر جنگ کی تھی اور عبداللہ بن قیس بن

مخلد عبس نے اس جزیرے کے لوگوں کو قید کیا تھا اور سونے چاندی کے بت اٹھائے تھے جن پر جواہرات کے تاج تھے۔ یہ بت بعد ازاں ہندوستان فروخت کے لئے بھیج دیئے گئے۔

فتوحات امویہ بحرور میں پھیل گئی تھیں۔ فاتحین بنو امیہ اپنی لڑائیوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ جیسا کہ صلح نامہ دیمبل سے واضح ہوتا ہے۔ اس صلح نامہ کے الفاظ ہیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ دستاویز حبیب بن مسلمہ کی طرف سے دیمبل کے نصاریٰ، مجوس، یہودی، حاضر و غائب ہر ایک کے لئے ہے میں نے تمام جانوں، مالوں، کلیسوں، گرجوں، شہرناہوں کو امان دی۔ تم مامون ہو۔ ہمارے ذمے عہد کی پابندی ہے۔ جب تک کہ تم لوگ وفا کرو اور جزیہ خراج دو، اللہ گواہ ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ حبیب بن مسلمہ نے مرلگائی (فتوح البلدان ص ۲۰۰)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک کامیاب فاتح ہونے کے جہاں اور اسباب ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ دار الخلافہ میں بیٹھ کر بھی ملک کے ایک ایک گوشے تک آپ کی نظر رہتی تھی۔ ہر طرح کے حالات سے آپ باخبر رہتے تھے۔ سب سے زیادہ توجہ اس بات پر دیتے تھے کہ کسی کے ساتھ زیادتی نہ ہو اور ملک کا اندرونی استحکام خطرے میں نہ پڑے۔ نہایت زیرک، عقلمند اور دانا تھے۔ رات کے ایک تہائی حصہ تک اخبار عرب، ایام عرب و عجم، ملوک عجم، ان کی سیاست تمام دنیا کے بادشاہوں کی لڑائیوں اور گزشتہ امتوں کے حالات وغیرہ کا مطالعہ کرتے تھے۔ آپ کے سامنے ایسی کتابیں پڑھی جاتی تھیں جن میں بادشاہوں کے سوانح، عادات و حالات ہوتے کچھ لڑکے اس خدمت پر مامور تھے۔ وہ پڑھتے اور آپ سنتے۔ اس طرح ہر رات سیر، آثار و سیاست سے آپ کو کوئی نئی باتیں معلوم ہوتیں۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۵۲)

بے غبار حقیقت یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام میں ایک درخشاں شخصیت کے مالک تھے کیونکہ آپ ایک حکومت کے بانی تھے۔ بہت سے امراء خلفاء، شجاعت، زہد اور علوم کی سرپرستی میں آپ سے فائق ہو گئے مگر وہ بات ان کو میسر نہ ہوئی جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو حاصل تھی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکومتوں کی تربیت کی، امتوں کی

قیادت کی اور ملکوں کی جمہبانی کی۔ کہا جاتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ دولت اسلامیہ کے دوسرے موسس کبیر تھے۔ اس لئے کہ آپ نے عادات و تقالید عرب اور آیات قرآنی سے ایک بلند پایہ حقیقی سیاسی حکومت قائم کر دی۔ آپ نے تمام عالم اسلامی کی نظریں دمشق کی جانب پھیر دیں اور اس کو دار الخلافہ بنا کر مرکز جاذبیت بنا دیا۔ فتوحات اسلامیہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ آپ نے عادات و تقالید عرب اور آیات قرآنی سے ایک بلند پایہ حقیقی سیاسی حکومت قائم کر دی۔ آپ نے تمام عالم اسلامی کی نظریں دمشق کی جانب پھیر دیں اور اس کو دار الخلافہ بنا کر مرکز جاذبیت بنا دیا۔ فتوحات اسلامیہ دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ اہل عرب اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جنگی مہارت زیادہ رکھتے تھے لیکن اہل عرب کو ملانا۔ یہ کام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اقتصادی تدابیر ہی کا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنے مشہور تاجر باپ کی گود میں پرورش پائی۔ ان کی قوت مملکت پر یہ واضح دلیل ہے کہ حکومت اسلامیہ کے قائم کرنے، عراق کے خلفشار کو دور کرنے، چوری، قتل اور آگ لگانے کی روک تھام میں جو مشکلات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش آئیں آپ نے خوبی کے ساتھ ان پر کنٹرول کیا حالانکہ اہل بصرہ کوفہ ان چیزوں کے عادی ہو چکے تھے۔ (عن العقد الفرید ج ۱ ص ۲۷۸) اگر امویوں کی مہارت اور ان کے حاکموں یعنی زیاد بن امیہ، عبید اللہ بن زیاد، حجاج بن یوسف اور خالد الفزری کی پختہ کاری نہ ہوتی تو ان اطراف میں ان کی حکومت کے جھنڈے لہراتے نظر نہ آتے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان پر ہجان قبائل سے ایک قومی لشکر مرتب کیا جس سے داخلی انتشار دور ہو گیا اور بیرونی جہاد بھی خوب ہوا اور بدو قریشیوں کا مرتبہ اتنا بلند ہو گیا کہ وہ لوگ امیر البحر بنے جبکہ حکومت امویہ سمندروں کی رانی قرار پائی اور اس نے اپنی سلوت سے بیز نظیموں کے دار الحکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے خلفائے قدیم قواعد و قوانین اور تقالید اور رسومات کی اصلاح کی اور جہاں کہیں کہ ان کے جھنڈے لہراتے تھے انہیں روح بلاد کے مناسب بنایا۔ پھر انہوں نے شوریٰ کا خاتمہ کر دیا جو ان کے زمانہ میں مرکز اضطراب و اختلال تھا۔

پور فائدہ اٹھائے ہوئے ان پر اچانک حملہ کر دے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان حالات اور سرحدوں کی صورت حال سے بے خبر نہ تھے لہذا آپ نے قیصر روم کو لکھا۔ اے بعین، بخدا اگر تو (اس کام سے) باز نہ آیا اور اپنے لشکروں کے ساتھ اپنے شہروں میں واپس نہ چلا گیا تو ہم آپس میں تیرے خلاف صلح کر لیں گے اور تجھے تیرے شہروں سے نکال دیں گے اور زمین کو باوجود اس کی وسعت کے تجھ پر تنگ کر دیں گے (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۱۹) معاویہ رضی اللہ عنہ کا مراسلہ سننے ہی قیصر روم خوفزدہ ہو گیا اور نہ صرف واپس چلا گیا بلکہ اس نے صلح کے لئے اپنا ایک وفد بھی امیر معاویہ کی خدمت میں بھیجا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دشمن ممالک میں جہاد کا سلسلہ جاری تھا اور اللہ کا کلمہ بلند تھا اور غنیمتیں زمین کے سب گوشوں سے سمٹ کر آپ کے پاس آتی تھیں اور مسلمان آپ کے دور خلافت میں عدل و انصاف اور راحت و آرام سے اپنی زندگی کے دن گزارتے تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ علامہ ابن کثیر ج ۸ ص ۱۱۸) گویا کہ ہر جانب مرفہ حالی کا دور دورہ تھا۔ سلطنت کی پٹائیوں میں ہر طرف اضافہ ہو رہا تھا۔ بحری بیڑہ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت ہی میں آپ نے تیار کر لیا تھا۔ اب اس کو اچھی خاصی ترقی دی گئی۔ جس کے باعث سمندر پار کے علاقوں میں بھی اسلامی پھریرہ لہرانے لگا۔ رعیت کی فلاح و بہبود کے کام ہو رہے تھے اور آپ کے حسن سلوک نے رعایا کے ہر تنفس کے دل موہ لئے تھے اس لئے تو ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا رعایا سے سلوک بہترین حکمرانوں کی طرح تھا اور آپ کی رعایا کو آپ سے انتہائی محبت تھی اور صحیحین کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بہترین امام وہ ہیں جن سے تم تم سے محبت کریں اور تم ان کے لئے دعائیں کرو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کریں اور تمہارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض کرو اور وہ تم سے بغض رکھیں، تم ان پر لعنتیں بھیجو اور وہ تم پر لعنتیں بھیجیں۔ (منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۸۹)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت شخصی تھی۔ ان میں خلافت راشدہ کی طرح مجاہدین و انصار کی مجلس شوریٰ نہ تھی لیکن اس عہد کے عرب کے اکثر نامور مدبر مثلاً عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص مغیرہ رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کامیاب فاتح ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے مساوات اور اخوت و مودت کو عام کیا اور دشمنوں سے بھی نیکی اور نرمی کا سلوک روا رکھا وہ جب تخت حکومت پر رونق افروز ہوئے تو قبائل نے اپنی عداوت دھیمی کر دی۔ اس طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک ایسی حکومت قائم کر دی جو مختلف گروہوں سے بنی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود علانیہ طور پر کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا کہ بتایا گیا ہے عسکری صلاحیتوں سے متصف تھے اور یہ صفات انہیں اپنے والد ماجد سے ملی تھیں۔ مزید برآں تجربے کی وسعت نے ان کی لیاقت اور اہلیت کو اور بھی چار چاند لگائے۔ انہوں نے اپنی فوج کو اس طرح منظم کیا کہ جہاں بھی گئی کامیابی کے پرچم لہراتی گئی۔ بحیثیت فاتح وہ یہ سمجھتے تھے کہ جب تک فوج کا مورال بلند رہے گا فتح و کامرانی ان کے قدم چومے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نظام خلافت میں سب سے بڑا انقلاب یہ رونما ہوا کہ خلافت اسلامیہ موروثی و شخصی حکومت کے قالب میں آگئی جس سے اس کی اصل روح بدل گئی۔ لیکن اس کا ظاہری ڈھانچہ وہی رہا جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں تھا بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مختلف حیثیتوں سے اور زیادہ ترقی دی۔ مسلسل خانہ جنگی سے نظام حکومت میں جو برہمی پیدا ہوئی تھی اسے از سر نو قائم کیا۔ اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا خاتمہ کر کے امن و سکون پیدا کیا۔ بغاوتیں فرو کیں، نئے ملک فتح کئے۔ تمدنی ضروریات کے مطابق بہت سے نئے شعبے قائم کئے اور اپنے بعد ایک وسیع اور طاقتور حکومت چھوڑ دی۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہد خلافت میں بیرونی فتوحات کا سلسلہ یک قلم منقطع ہو چکا تھا کیونکہ فرزند ان توحید از خود خانہ جنگی کا شکار ہو چکے تھے۔ ان خانہ جنگیوں کو ہوا دینے میں دشمنان اسلام کا بہت زیادہ ہاتھ تھا اور وہ ہر وقت اس ناک میں رہتے تھے کہ کہ وہ مسلمانوں کے باہمی انتشار و افتراق، نفاق اور قتل سے کب اور کیونکر فائدہ اٹھائیں۔ اس کا بین ثبوت قیصر روم کی وجہ جنگی تیاریاں ہیں جب صفین کی لڑائی جاری تھی اور ادھر اسلامی سرحدوں پر رومیوں کی فوج مجتمع ہو رہی تھی تاکہ مسلمانوں کے خلفشار سے بھر

سے نئی مساجد تعمیر کروائیں اور بہت سی پرانی مساجد کو مرمت کروایا۔ زیاد بن ابی سفیان نے آپ کی ہدایت پر بصرہ کی جامع مسجد کو جو کہ بہت پرانی ہو چکی تھی اور چھوٹی بھی تھی از سر نو ایمنٹ اور چونے سے نہایت وسیع اور عالیشان مسجد بنوایا۔ (فتوح البلدان ص ۳۵۵) قبرص میں بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں (معجم البلدان، یا قوت الممدودی ج ۴ ص ۳۲۳) قیروان کی آبادی کے لئے عقبہ بن نافع نے یہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ بنا بریں مصر کی مساجد میں میناروں کا بالکل رواج نہ تھا۔ مسلمہ رضی اللہ عنہ بن مخلد نے تمام مساجد کے مینار تعمیر کرائے (اصابہ ج ۴ ص ۲۱۹) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مسجدوں کی حالت کا از خود وقتاً فوقتاً جائزہ لیتے رہتے تھے اور احکام جاری کرتے تھے۔

خلفائے راشدین کو ذمیوں کے حقوق کی حفاظت میں بڑا اہتمام تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا۔ ان کے معاہدات کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ عقبہ بن نافع فہری کو جو مصر کے گورنر تھے تھوڑی سی زمین کی ضرورت تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے انہوں نے ایک پرتی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ تھی انتخاب کی ان کے نوکر نے کہا کوئی عمدہ قطعہ پسند کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ ذمیوں سے جو معاہدہ ہے اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کی زمین ان کے قبضہ سے خالی نہ کرائی جائے گی۔ (مقریزی ج ۱ ص ۲۰۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یوحنا کے گرجے کے پاس مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی گرجے کو اس میں شامل کر لیا چاہا لیکن عیسائی راضی نہ ہوئے اس لئے یہ خیال ترک کر دیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۳۱) فوج میں تو غیر مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ہی بھرتی کر لئے جاتے تھے لیکن اس زمانہ میں انہوں نے اعتماد پیدا نہ کیا تھا۔ اس لئے ذمہ داری کے عہدوں پر ان کا تقرر نہ ہوتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں متعدد غیر مسلموں کو ذمہ دار عہدوں پر مامور کیا۔ چنانچہ ابن آہمال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا (یعقوبی ج ۲ ص ۲۶۵) اور مرجون بن منصور رومی کو کاتب یعنی پرائیویٹ سیکرٹری بنا دیا (طبری ج ۲ ص ۲۶۵) اور ہر ممکن کوشش کی کہ غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت ہو اور ان کے گورنروں اور حکام کے ہاتھوں کسی غیر مسلم کی جان اور مال کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچے۔

بن شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان امیر کے خاص مشیروں میں تھے اور کوئی اہم کام بغیر ان کے مشوروں کے انجام نہ پاتا تھا۔ امیر معاویہ کی کامیابی ان کی ذاتی تدبیر و سیاست کے علاوہ ان مدبرین کی صلاح و مشورہ کا بھی نتیجہ تھی۔ ان کے زمانہ میں صوبوں کی تقسیم اور اس کا نظام وہی رہا جو عہد فاروقی میں تھا۔ مغرب کے نئے مفتوحہ علاقے مصر کے اور مشرق کے خراسان کے ماتحت تھے اور ان کے نظام میں کوئی خاص تغیر نہیں ہوا۔ تاریخ کے اوراق اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے جہاں بیرونی فتوحات کیں وہاں اندرون ملک عوام کی بہتری کے لئے مختلف اصلاحات نافذ کیں۔ چنانچہ مورخ امیر علی نے لکھا ہے: مجموعی طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اندرون ملک بڑی خوشحال اور پرامن تھی اور خارجہ پالیسی کے لحاظ سے بڑی کامیاب تھی (HISTORY OF SARACENS P 82) آپ نے ملک کے غیر منظم معاملات کو پھر سے منظم کیا۔ ہر صوبے کو خود کفیل بنایا اور اس کی سالانہ آمدنی کو اس صوبہ کی تعمیر و ترقی پر خرچ کے اصول وضع کئے۔ ہر صوبے میں سے مقررہ مختصر رقم مرکز بھیجی جاتی تھی۔ نیز ہر صوبے کی زکوٰۃ بھی مقامی بیت المال میں جمع ہوتی تھی اور یہ زکوٰۃ اسی صوبے میں خرچ کی جاتی تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت خلافت راشدہ کے مقابلہ میں خالص دنیاوی تھی لیکن وہ ہر کیف صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس لئے سلطنت کی مادی اور دنیاوی ترقیوں کے ساتھ وہ دین و مذہب کی خدمت سے بھی غافل نہ تھے۔ ان کے زمانہ میں اسلام کی خاصی اشاعت ہوئی۔ شمالی افریقہ کے بربری بغاوت کے ساتھ مرتد بھی ہو جاتے تھے۔ آپ نے قیروان آباد کر کے اس کا تدارک کیا اور آپ کے دور میں رومیوں کی بھی معتد بہ تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ادوار خلافت میں بیت اللہ پر معمولی قسم کا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قیمتی غلاف چڑھانا شروع کیا لیکن آپ نے ایک تو خانہ کعبہ کی خدمت کے لئے متعدد غلام مقرر فرمائے دوسرے دیبا اور حریر کا بہترین غلاف بیت اللہ پر چڑھایا (یعقوبی ج ۲ ص ۲۸۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں کثرت

بڑے بغاوت پسند تھے۔ جب تک ان کے شہر پر فوجی قوت مسلط رہتی اس وقت تک وہ مطیع و منقاد رہتے تھے اور جہاں آزاد ہوتے فوراً باغی ہو جاتے اس لئے عقبہ بن نافع فہری نے یہاں فوجی چھاؤنی قائم کرنے کی غرض سے ساحل سے ہٹ کر جنگل کٹوا کے ایک شہر بسایا۔ اس کے وسط میں دارالامارت کی عمارت بنوائی اور اس کے چاروں طرف مسلمانوں کے محلے آباد کر کے ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ رفتہ رفتہ اس شہر کی اتنی ترقی کی کہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کا مرکزی شہر بن گیا۔ (معجم البلدان، ذکر قیروان) اس شہر کی تعمیر کے پس منظر میں بتایا جاتا ہے کہ جس جگہ شہر اور چھاؤنی بنانا مقصود تھی وہاں میلوں طویل و عریض گھنا جنگل تھا۔ جس میں نہایت موذی قسم کے سانپ اور جنگلی درندے رہتے تھے اور انسانی فکر میں یہ ممکن نہیں تھا کہ ان سانپوں اور درندوں سے اس خالی جنگل کو خالی کروا کر وہاں شہر آباد کیا جاسکے گا۔ بربر لوگ مسلمانوں کے اس منصوبے کو حیرت اور استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس کی تکمیل کو بالکل ناممکن خیال کرتے تھے۔ ایک روز عقبہ رضی اللہ عنہ بن نافع گورنر افریقہ نے جنگل کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر ان جنگلی جانوروں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اے سانپو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ تم یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ ہم اس جنگل کو اپنا ٹھکانا بنانا چاہتے ہیں اور اس کے بعد جس جانور کو ہم اس جنگل میں دیکھ لیں گے اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ (ابن الاثیر ج ۳ ص ۲۳۰) اس روز ایک نہیں ہزاروں لوگوں نے دیکھا کہ جنگل کے وہ سانپ درندے اور دوسرے موذی جانور اپنے بچوں کو چمٹائے اس جنگل کو چھوڑ رہے تھے اور اسی روز وہ جنگل ان جنگلی جانوروں سے خالی ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بربروں کو ایک کثیر تعداد خلوص دل سے مسلمان ہو گئی (معجم البلدان ج ۷ ص ۱۹۳، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۳۵) جنگل کے خالی ہونے کے بعد وہاں قیروان نامی ایک شہر آباد کیا گیا اور جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ لوگوں نے اپنے مکانات تعمیر کئے اور اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں جس سے ان کو پانچ وقت نماز کی سہولت ہو گئی شہر کی وضع اس طرز کی تھی کہ شہر کے عین وسط میں دارالامارت تھا اور اس کے ارد گرد چاروں طرف مسلمانوں کے محلے بنائے گئے۔ اس شہر کی تکمیل ۵۵ھ میں ہوئی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے ایسے کام ہوئے جن سے حکومت کے ساتھ ساتھ رعایا کو بھی فائدہ پہنچا۔ اس معاملہ میں آپ زیادہ تر فاروقی اور عثمانی اصولوں پر عمل کرتے رہے۔ مجاہدین کے بچوں کے وظائف سب سے پہلے حضرت عمر نے مقرر کئے۔ وقتاً فوقتاً اس میں مختلف تغیرات ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قائم رکھا لیکن اتنی ترمیم کر دی کہ دودھ چھوڑنے کے بعد وظیفہ جاری ہوتا تھا (فتوح البلدان ص ۳۶۳) علاوہ ازیں آپ نے متعدد سرکاری اہل کار مقرر فرمائے جن کا کام ہی یہ تھا کہ وہ مردم شماری کرتے رہیں۔ یہ اہل کار روزانہ قریب قریب شہر اس بات کا پتہ چلاتے کہ کس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے وہ نہ صرف مردم شماری کرتے تھے بلکہ یہاں تک خبر رکھتے تھے کہ کس کے ہاں کون سا مہمان آیا ہے۔ کہاں سے آیا ہے اور کتنے روز وہاں رہا ہے۔ پھر ان سب حالات کی خبر روزانہ حکومت کو بھیجتے رہتے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زراعت اور اس کے وسائل کی ترقی کے لئے خاص توجہ فرمائی۔ اس مقصد کی خاطر نہریں کھدوائیں جن سے لاکھوں ایکڑ اراضی سیراب ہوتی تھی۔ اس سے ملک کی زراعت میں بڑی ترقی ہوئی اور قحط سال کا خطرہ جاتا رہا۔ مدینہ کے قرب و جوار میں نہر کھامہ، نہر ارق اور نہر شہداء وغیرہ کھدوائیں (وفار الوفاج ۲ ص ۷۱، خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بصرہ میں ایک نہر کھودی گئی تھی۔ جو نہر معقل کے نام سے موسوم تھی۔ زیاد نے بخارا کے کوہستان میں ایک نہر نکالی (طبری ج ۷ ص ۱۶۹) حکم بن عمرو کے اہتمام میں ایک نہر کھودی گئی مگر اس کا افتتاح نہ ہو سکا۔ نہروں کے علاوہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں پہاڑ کی گھاٹیوں کے گرد بند بندھوا کر تالاب بنوائے گئے جن میں برسات کا پانی جمع ہوتا تھا (وفاء الوفاج ۲ ص ۳۲۱) ان نہروں اور تالابوں کے ذریعہ سے پیداوار میں جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف مدینہ کے قرب و جوار کی نہروں کے ذریعے ڈیڑھ لاکھ دسوق خرما اور ایک لاکھ دسوق گیہوں پیدا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بعض پرانے اور ویران شہر آباد ہوئے اور نئے شہر بسائے گئے۔ چنانچہ شام کا اجڑا ہوا شہر مرعش پھر سے آباد ہوا۔ ایک نیا شہر قیروان افریقہ میں بسایا گیا۔ افریقہ کے بربر

(۱ لغری ص ۹۸) یہ طریقہ محض احکام شاہی کے لئے مخصوص نہ تھا بلکہ بڑے بڑے حکام بھی اس پر عامل تھے۔ چنانچہ زیاد اپنے تمام فراہین و خطوط کی نقلیں رکھواتا تھا۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۲۷۹)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں نہ صرف ظاہری اور دفاعی کام کئے گئے بلکہ معنوی طور پر بھی رعایا اور پھر خاص و عام کو آرام و آسائش بہم پہنچائی گئی۔ ظلم و جور کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ عدل و انصاف کو ہر ممکن طریق سے روارکھا گیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۹) مسعودی لکھتا ہے کہ آپ دربار میں جانے سے قبل روزانہ مسجد میں جا کر کمزور، ناتواں اور نادار لوگوں اور لاوارث بچوں تک کی شکایات سننے اور ان کا تدارک کرتے بلکہ اشراف و اعیان تک کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ جو لوگ کسی وجہ سے میرے پاس نہیں پہنچ پائے ان کی ضروریات مجھ سے بیان کیا کریں (مروج الذهب ج ۲ ص ۷۷) سید امیر علی نے عوام کی شکایات سننے کے لئے مسجد میں جانے کا وقت ظہر لکھا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نظام قضا و عدالت کا یہ اثر ہوا کہ مفلس، طاقت ور اور چھوٹے بڑے سب کی ہمدردیاں آپ کے ساتھ ہو گئیں آپ کو نہ اندرونی کسی خطرے کا اندیشہ رہا اور نہ بیرونی اور ملک کا نظام گزشتہ ۵ سالہ سیاسی بحران کے باوجود نہایت خوش اسلوبی سے چلنے لگا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد رکھا گیا یہاں تک کہ ایک قاضی امیر المومنین کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا ہے۔ قاضی حضرات کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا کام کرتے تھے۔ اس دور کے قاضی ہر قسم کے غلط لوازمات سے پاک، متقی، عالم، مجتہد تھے اور حدود اللہ میں بڑے بڑے افسر سے بھی مرعوب نہ ہوتے تھے۔ منصب قضا عموماً ”صحابہ کرام کے سپرد تھا (النظم الاسلامیہ ص ۲۳۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے فضالہ بن عبید اللہ انصاری کو اور ان کے بعد ابو ادریس الخولانی کو محکمہ قضا کا انچارج مقرر فرمایا تھا (ابن اثیر ج ۳ ص ۲۳۲)

فوج کی سپہ سالاری کئی پشتوں سے بنی امیہ میں چلی آ رہی تھی اس لئے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں صیغہ فوج میں نمایاں ترقی ہوئی بری فوج کا نظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اتنا مکمل ہو چکا تھا کہ اس میں مزید کسی ترمیم و اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔ ہاں البتہ جن

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مختلف جگہوں پر اسلامی نو آبادی قائم ہوئیں۔ ۱۳ھ میں القاحیہ میں ایک نو آبادی بسائی گئی۔ (فتوح البلدان ص ۱۵۳) روڈس اور ارواڈ کے جزیروں میں مسلمان آباد کئے گئے اور متعدد مقامات پر جہاں کسی دوسری حکومت کی سرحد جاتی تھی اور مسلمانوں کی آبادی کم تھی وہاں مسلمان آباد کئے گئے اس سے دو فائدے ہوئے۔ ایک یہ کہ ان مقامات پر دوسری قوموں کے حملے کا خطرہ کم ہو گیا۔ دوسرے اسلامی حکومت میں جہاں جہاں مسلمان نہ تھے ان کی آبادی کم ہو گئی۔

اسلامی حکومت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے سرکاری ڈاک اور خبر رسانی کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ انہوں نے برید کے نام سے اس کا مستقل صیغہ قائم کیا۔ نظام یہ تھا کہ ملک بھر میں تھوڑی تھوڑی مسافت پر تیز رفتار گھوڑے سے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ سرکاری ہرکارے منزل بہ منزل انہیں بدلتے ہوئے ایک مقام کی خبریں دوسرے مقام پر لاتے اور لے جاتے (۱ لغری ص ۹۷) یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ڈاک کا نظام اس طرح مربوط تھا کہ بارہ بارہ میل کے فاصلے پر چوکیاں قائم کی گئی تھیں جہاں تیز رفتار گھوڑوں سے ہمہ وقت یہ خدمت انجام لی جاتی تھی۔ علامت کے طور پر ان گھوڑوں کی دموں کو تھوڑا سا کاٹ دیا گیا تھا تاکہ گھوڑے کو ہی دیکھ کر لوگ سمجھ لیں کہ ڈاک جا رہی ہے۔ گھوڑوں کی گردنوں میں گھنٹیاں بندھی ہوتی تھیں تاکہ اس طرح سے سرکاری ہرکارے منزل بہ منزل ڈاک اور خبروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لاتے اور لے جاتے رہیں (النظم الاسلامیہ ص ۲۵۳)

اسی طرح سرکاری فراہین کی نقلیں دفتر میں رکھنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سے لوگوں کو ان میں رد و بدل کا موقع مل جاتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک لاکھ کے دو لاکھ بنا کر وصول کئے اس وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیوان خاتم کے نام سے ایک ایک نیا شعبہ قائم کیا وہ جو حکم صادر کرتے تھے وہ پہلے دیوان خاتم کے نام سے ایک نیا شعبہ قائم کیا۔ وہ جو حکم صادر کرتے تھے وہ پہلے دیوان خاتم میں آتا تھا۔ یہاں اس کی ایک نقل رکھ لی جاتی تھی اور دفتر کا محرر حکم نامہ کو لفافہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا کر آگے بڑھاتا تھا۔ اس احتیاط کے بعد احکام میں تغیر و تبدیل کا امکان باقی نہ رہ گیا

بلینارس اور مرقہ میں نئے قلعے بنوائے گئے۔ رومیوں کے پرانے قلعہ جبلہ کو جو شام کو فتح کے زمانہ میں ویران ہو گیا تھا دوبارہ آباد کیا گیا۔ (فتوح البلدان ۱۴۰) روڈس میں ایک قلعے کی از سر نو تعمیر ہوئی جو سات برس تک فوجی مرکز رہا۔ مدینہ میں ایک قلعہ قصر خل بنوایا گیا۔ اس کے علاوہ قبرص اور ارواڈ میں فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں اور فوجی ضروریات کے تحت قیران کا شہر اور قلعہ تعمیر کرایا گیا۔

ملک کے اندرونی نظام اور قیام امن کے لئے پولیس کے صیغہ کو بڑی ترقی ہوئی۔ خصوصاً "عراق میں جہاں ہمیشہ فتنہ و فساد پھا رہتا تھا پولیس کا بڑا زبردست انتظام رہتا تھا۔ شہر کوفہ میں چالیس ہزار پولیس تھی۔ امن و امان و دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص راستہ میں گری ہوئی چیز اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ تا آنکہ خود اس کا مالک آکر اٹھانہ لیتا۔ راتوں کو عورتیں تنہا اپنے گھروں میں کواڑ کھول کر سوتی تھیں۔ زیادہ والی عراق کا دعویٰ تھا کہ اگر کوفہ سے خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا۔ ایک مرتبہ اس نے کسی گھر سے گھنٹہ بجنے کی آواز سنی۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ گھر والے پہرہ دے رہے ہیں۔ اس نے کہا اس کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی کا مال ضائع ہو جائے گا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں (طبری ج ۷ ص ۷۷) قیام امن کے لئے مشتبہ لوگوں کی نگرانی بھی ایک احتیاط ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق اور دوسرے تمام شہروں کے بد معاشوں کے نام درج رجسٹر کرائے تھے (ادب المفرد باب الفطن) زیادہ نے جعد بن قیس کو بد معاشوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ (طبری ج ۷ ص ۷۸)

الغرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ملک میں پولیس کا انتظام نہایت احسن طریق سے جاری رہا۔ صیغہ پولیس عدلیہ کے ماتحت تھا اور اس کا کام عدلیہ کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانا تھا۔ جرائم کی روک تھام، سماج دشمن عناصر کی سرکوبی حکومت کے احکام کے نفاذ میں تعاون، حدود الہیہ کا قیام بھی پولیس کے فرائض میں داخل تھا (تمدن الاسلامی ج ۱ ص ۱۹۱) چونکہ ملک میں امن و امان قائم رکھنے اور حکومت کا نظم و نسق چلانے اور حدود الہیہ کے قیام کے لئے پولیس کی اشد ضرورت ہوتی ہے لہذا آپ نے اس صیغہ کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلے قیس بن حمزہ کو پھر زمل بن عمرو

کو انسپکٹر جنرل پولیس مقرر کیا گیا۔ (ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۲) خلافت کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کی اساس سنت نبوی پر استوار ہو اور پیچیدہ مسائل مملکت کو حل کرنے کے لئے ارباب حل و عقد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کا وجود ہو جس کے مشوروں پر عمل کیا جائے (یوم الاسلام ص ۶۶) چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک پارلیمنٹ جو مجلس مشاورت کی طرز پر تھی قائم کی اور مملکت اسلامیہ کے مختلف صوبوں میں بھی اسمبلیوں کا انتظام کیا اور حکومت کو مشاورتی بنیادوں پر چلانے کی پوری کوشش کی (قوافل العربیہ و مواکب خاص ۵۴)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تحریر و تقریر کی پوری آزادی تھی اور تعمیری نکتہ چینی کو ہر لمحہ خوش آمدید کہا جاتا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ انی لا احوال بین الناس و الاستسقام مالم یسکونوا بیننا و بین سلطان یعنی میں لوگوں کے اور ان کی زبانوں کے درمیان اس وقت تک حائل نہیں ہوتا جب تک وہ میرے اور میری سلطنت کے درمیان حائل نہ ہوں (الکامل، ابن اثیر ج ۳ ص ۳۶۳، الاسلام و الحضارة العربیہ ج ۲ ص ۱۳۷) اظہار حق میں ایک گورنر تک اس قدر بے باک تھا کہ وہ خلیفہ وقت کے حکم کو ٹھکرانے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا جب کہ اسے اس کے خلاف حق ہونے کا یقین ہو جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر کو لکھا کہ ہر قبیلہ پر جزیہ میں ایک قیراط اضافہ کر دیا جائے تو گورنر نے جواباً تحریر کیا کہ میں ان کے جزیہ میں اضافہ کا مجاز نہیں ہوں۔ جب کہ معاہدہ میں عدم اضافہ کی شق موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر گورنر اپنے صوبہ کی اصلاح میں آزاد تھا یعنی ہر صوبہ کو خود مختاری حاصل تھی اور ہر گورنر نہایت ہی دیانت داری اور بے باکی سے نظام حکومت چلاتا تھا۔ (الاسلام و الحضارة العربیہ ج ۲ ص ۱۵۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں زیادہ بن سفیان کی تحریک پر دار القرب (نکسال) کا قیام عمل میں آیا جہاں دینار، درہم اور فلوس بنائے جاتے تھے۔ دینار سونے کے، درہم چاندی کے اور فلوس تانبے کے ہوتے تھے جن پر نکسال کے نام اور تاریخ کے علاوہ قرآنی الفاظ بھی کندہ ہوتے (خلافت، ولیم میور ص ۲۳۹) صوبوں کی نکسال صرف

درہم بنانے کی مجاز تھیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ملک کو مختلف محکموں میں تقسیم کیا تھا۔ ہر محکمے کے لئے ایک سربراہ ہوتا تھا۔ جو سیکرٹری کہلاتا تھا پھر یہ سب سیکرٹری ایک سربراہ کے ماتحت تھے جو چیف سیکرٹری کہلاتا تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں سرجون رومی چیف سیکرٹری تھے۔ سرجون کا والد شام کی فتح سے قبل ہرقل کا وزیر مال تھا۔ اس نے فتح شام کے سلسلہ میں مسلمانوں کی مدد کی تھی (الحضارة العربیہ ج ۲ ص ۵۸) چنانچہ اس خاندان نے اسلام میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا اور سرجون بن منصور الرومی کی خداداد قابلیت کے پیش نظر ہی انہیں یہ بلند عہدہ دیا گیا تھا (ابن اثیر ج ۳ ص ۲۶۲) محکمہ مال کے سیکرٹری عبداللہ بن محمد حمیری تھے۔ ان کے علاوہ عبدالرحمان بن وراج، جیسر بن حمی مرداس بن سلیمان بن سعید ان کے معاونین تھے جنہیں موجودہ اصطلاح میں جانٹ سیکرٹری کہہ سکتے ہیں۔ (کتاب الوزراء الجیشیاری ص ۲۵، ۳۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نظم و نسق کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی بلکہ کافی حد تک اس نظام کو آگے بڑھایا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے کیا بیگانوں کو بھی یہ کہنا پڑا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت کا نظم و نسق فاروقی بنیادوں پر استوار کیا جو مسلمانوں کی خانہ جنگی کے باعث درہم برہم ہو چکا تھا۔ (تاریک اسلام مسلم براکلمن ص ۷۳) سیادت اور امارت میں آپ نے ان اصولوں کی پیروی کی جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے وضع کئے تھے۔ آپ نے مصلحت امت اور ضرورت نامہ کے سوا کہیں بھی ان اصولوں سے انحراف نہ کیا۔ آپ امور مملکت میں ہمیشہ نرمی اور بردباری کے وسائل سے کام لیتے تھے۔ جب نرمی کے تمام وسائل ناکام ہو جاتے تو پھر طاقت کا استعمال کرتے چنانچہ خود فرماتے ہیں جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے وہاں میں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں میری زبان کام دیتی ہے وہاں میں اپنا کوڑا کام میں نہیں لاتا۔ اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال برابر رشتہ بھی قائم ہو تو میں ہر ممکن طریقے سے اس کو بھی نہیں توڑتا۔ پوچھا گیا۔ یہ کس طرح؟ فرمایا! اس طرح کہ جب وہ اس کو کھینچیں تو میں ڈھیل دے دوں اور جب وہ اس کو ڈھیل دیں تو میں کھینچ لوں (الاسلام والحضارة العربیہ ج ۲ ص ۵۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ امور مملکت میں ماہر کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ سے کہا گیا۔ کیا ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا وہ سب معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل اور بہتر تھے لیکن معاویہ طریق جہانبانی میں ان سے قابل تھے (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۶) ایسا ہی ایک قول عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے۔ امور مملکت کے بارے میں آپ نہایت صاحب بصیرت اور نظر ثاقب کے مالک تھے اسی لئے فاتح مصر عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے جو قدرت خطابت، قدرت کلام اور فکر و نظر کے لحاظ سے ایک امتیازی شان کے حامل تھے معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روز فرمایا۔ ”میں عاجز آ گیا ہوں کہ جان سکوں کہ آپ بزدل ہیں یا بہادر کیونکہ جب آپ اقدام کرتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ آپ نے قتل و قتال کا ارادہ کر لیا ہے اور پھر جب آپ پیچھے ہٹتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ آپ نے فرار کا ارادہ کر لیا ہے اور آپ نے سن کر فرمایا۔ بخدا میں تو اقدام ہی اس وقت کرتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ یہ اقدام کا وقت ہے اور اسی وقت پیچھے ہٹتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ یہ پیچھے ہٹنے کا مقام ہے۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۶۱) یہ سب باتیں آپ کے سیاسی ذہن اور نظر ثاقب پر دلیل ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی آخری منزلوں میں تھے کہ مغیرہ بن شعبہ نے یہ تحریک پیش کی کہ امیر المومنین اپنی اس حیات مستعار ہی میں دلی عہدی کا انتظام فرما جائیں کیونکہ حالات کی کروٹیں یہ بتا رہی ہیں کہ آسمان خلافت پر بڑے گہرے بادل چھانے والے ہیں۔ چنانچہ ولی عہدی کی تحریک پیش کرنے کے بعد انہوں نے خود ہی یزید بن معاویہ کا نام پیش کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ امیر المومنین شہادت عثمان کے بعد خونریزی آپ کے سامنے ہے لہذا میری رائے ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں تاکہ آپ کی آنکھیں بند ہونے کی بعد امت پھر سے اختلاف اور فتنہ و فسادات کی پلٹ میں نہ آجائے۔ سیرا الصحابہ میں مذکور ہے کہ اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے میں چند سیاسی اور مذہبی مشکلات حائل تھیں۔ اسلام کا نظام شوریٰ پر ہے۔ خلفاء اکابرین مہاجرین و

انصار کے مشورہ سے منتخب ہوتے تھے اس لئے مسلمان موروثی بادشاہت سے بالکل نا آشنا تھے۔ گو اس زمانہ میں اکابر صحابہ کی بڑی جماعت اٹھ چکی تھی۔ تاہم بعض جانشینان بساط نبوت موجود تھے اس لئے قطع نظر توارث کی بدعت کے صلاحیت اور اہلیت کے اعتبار سے بھی ان صحابہ کے ہوتے ہوئے خلافت کے لئے یزید کا نام کسی طرح نہیں لیا جاسکتا تھا اور گو عہد رسالت کے بعد اور نظام خلافت کی برہمی کی وجہ سے مسلمانوں کا مذہبی جذبہ کسی حد تک سرد پڑ چکا تھا۔ تاہم ابھی خلافت راشدہ کے نظام کو دیکھنے والے موجود تھے اور عجمی شاہ پرستی ان میں پیدا نہ ہوئی تھی اور اتنے کھلے ہوئے خطا و صواب میں حق و باطل کی تمیز باقی تھی کہ یزید کا نام خلافت کے لئے پیش کیا جاتا اور مسلمان اس کو آسانی سے قبول کر لیتے۔ اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہلے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے میں تامل ہوا لیکن پھر کچھ یزید کی محبت اور کچھ اپنے نزدیک مسلمانوں کو خانہ جنگی سے بچانے اور ان کی مرکزیت کو مستحکم کرنے کے خیال سے تمام پہلوؤں اور دشواریوں کو نظر انداز کر کے یزید کی ولی عہدی کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت مذہبی اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے تین مرکز تھے جن کی رضامندی پر انتخاب خلیفہ کا دار و مدار تھا۔ مذہبی حیثیت سے حجاز اور سیاسی حیثیت سے کوفہ اور بصرہ۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہدی کے فیصلہ کے بعد ان تینوں مقاموں میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی ذمہ داری علی الترتیب مروان بن حکم، مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن ابی سفیان کے سپرد کی۔ مغیرہ اور زیاد نے حسن تدبیر سے کوفہ اور بصرہ کو درست کر لیا۔ اور یہاں کے عمائد کے وفود نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر یزید کی ولی عہدی تسلیم کر لی۔ قلب اسلام حجاز تھا۔ اگرچہ اس وقت یہاں بھی عہد رسالت کی بہار ختم ہو چکی تھی اور مذہبی روح مضحل تھی۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ اٹھ چکے تھے جو باقیات الصالحات رہ گئے تھے وہ بھی گمنام گوشوں میں پڑے تھے لیکن ان بزرگوں کی اولادیں جنہیں خود بھی شرف صحبت حاصل تھا موجود تھے اور ان میں حق گوئی اور صداقت کا جو ہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان میں عبید اللہ رضی اللہ عنہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر، حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر نمایاں شخصیت رکھتے تھے۔ خصوصا اول الذکر تینوں بزرگ اپنے

اسلاف کرام کا نمونہ تھے اس لئے جب مردان نے ان کے سامنے یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ پیش کیا اور کہا کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمرو رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے لڑکے یزید کو خلافت کے لئے نامزد کر جائیں تو عبد الرحمن نے برملا انوکھا کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی سنت نہیں بلکہ کسری و قیصر کی تقلید ہے۔ ان دونوں میں سے کسی نے بھی اپنے لڑکے کو ولی عہد نہیں بنایا بلکہ اپنے خاندان تک کو اس سے دور رکھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۹۵) اس کے بعد دیگر تینوں بزرگوں نے بھی اس سے اختلاف کیا۔ مروان نے یہ رنگ دیکھا تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی چنانچہ وہ خود آئے اور مکہ مدینہ والوں سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ اس بارے میں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ مورخین کے بیانات مختلف ہیں۔ طبری کی روایت ہے کہ ان کے آنے کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب نے بیعت کر لی۔ بیعت عام کے بعد پھر انہوں نے فردا "فردا" سب سے نرمی اور ملاحظت کے ساتھ کہا کہ تم پانچوں کے سوا سب نے بیعت کر لی ہے اور تمہاری قیادت میں یہ چھوٹی سی جماعت مخالفت کر رہی ہے۔ ان کے اس اعتراض پر ان لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اگر عامۃ المسلمین بیعت کر لیں گے تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہو گا۔ اس جواب پر امیر معاویہ نے بھی ان لوگوں سے کوئی اصرار نہیں کیا۔ البتہ عبد الرحمن بن ابی بکر سے سخت گفتگو ہو گئی۔ (طبری ج ۷ ص ۱۷۷) ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بلا بھیجا تو انہوں نے امیر معاویہ سے گفتگو کرنے کے لئے ابن زبیر کو اپنا نمائندہ بنایا۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ میرا جو طرز عمل تم لوگوں کے ساتھ ہے اور جس طرح تمہارے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور تمہاری جہشی باتیں برداشت کرتا ہوں وہ سب کو معلوم ہیں۔ یزید تمہارا بھائی اور ابن عم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ اس کو صرف خلیفہ کا لقب دے دو باقی اعمال کا عزل و نصب، خراج کی تحصیل وصول اور اس کا صرف تم لوگوں کے ہاتھ میں ہو گا اور وہ اس میں مطلق مزاحمت نہ کریگا۔ اس پر ابن زبیر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عمر تک جو جو طریقے انتخاب خلیفہ کے تھے ان میں جو بھی آپ اختیار

کریں اس کے قبول کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ باقی ان کے علاوہ اور کوئی جدید طریقہ نہیں قبول کر سکتے۔

۵۹ھ میں معاویہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے عرصہ سے ان کے قوی مضحل ہو چکے تھے طاقت جسمانی جواب دے چکی تھی۔ اس لئے مرض الموت سے پہلے وہ اکثر موت کے منتظر رہا کرتے تھے چنانچہ بیماری سے کچھ دنوں پہلے انہوں نے حسب ذیل تقریر کی۔

”لوگو! میں اس کھیتی کی طرح ہوں جو کٹنے کے لئے تیار ہو۔ میں نے تم لوگوں پر اتنی طویل مدت تک حکومت کی کہ میں بھی اس سے تھک گیا اور غالباً تم لوگ بھی تھک گئے ہو گے۔ اب مجھے تم سے جدا ہونے کی تمنا ہے اور غالباً تم کو بھی یہی آرزو ہوگی۔ میرے بعد آنے والا مجھ سے بہتر نہ ہو گا۔ جیسا کہ میں اپنے پیش رو سے بہتر نہیں ہوں۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص خدا سے ملنے کی تمنا کرتا ہے خدا بھی اس سے ملنے کا متمنی رہتا ہے۔ اس لئے خدایا! اب مجھ کو تجھ سے ملنے کی آرزو ہے تو بھی مجھے ملاقات کی برکت عطا فرما۔“

اس تقریر کے چند دنوں کے بعد بیمار پڑے (ابن اثیر ج ۳ ص ۲) اس وقت معاویہ رضی اللہ عنہ عمر کی ۷۸ منزلیں طے کر چکے تھے۔ وقت آخر آچکا تھا اس لئے علاج و معالجہ سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ روز بروز حالت گرتی گئی اسی حالت میں ایک حمام کیا۔ جسم زار پر نظر پڑی تو بے اختیار آنسو نکل آئے اور یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا۔

ای الیالی امرعت نفقتی

اخلف بعض و ترک بعضی

لیکن اس وقت بھی حاکمانہ تیور نہ بدلے اور آن بان میں فرق نہ آنے دیا۔ مرض جب زیادہ بڑھ گیا اور لوگوں میں اس کا چرچا ہونے لگا تو ایک دن تیل اور سرمہ وغیرہ لگا کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور لوگوں کو طلب کیا۔ سب حاضر ہوئے اور کھڑے کھڑے مل کر واپس چلے گئے۔ لوگ اس آن بان میں دیکھ کر کہنے لگے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ تو بالکل صحیح و تندرست ہیں۔

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق میں انتقال کیا۔ ایک روایت کے مطابق ان کا انتقال رجب کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ ایک روایت ہے کہ نصف رجب میں اور ایک بیان ہے کہ رجب کے ختم ہونے سے آٹھ روز قبل جس دن سے ان کے لئے اجتماع امر ہوا اس

دن سے ان کی حکومت کا زمانہ انیس سال تین ماہ اور ۲ روز بنتا ہے یہ بھی کہا جاتا کہ ان کی حکومت کا عرصہ انیس سال تین ماہ تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ چند روز کم تین ماہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر یہ روایت ۷۵ اور یہ روایت ۷۳ برس کی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۷۸ اور ایک اور روایت کے مطابق ۸۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ (ابن الاثیر ج ۲ ص ۱۰۳) بیماری کے دوران میں انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کا نصف مال بیت المال کو دے دیا جائے۔

بیماری کے دوران امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اوپر کو چڑھی ہوئی تھیں۔ مرض کی شدت بڑھ گئی تو ان کی صاحبزادی رملہ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں کہ کسی طرح سے ان کو نیند آجائے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے بیٹی! جس سر کے تم بال سہلا رہی ہو وہ امور دنیوی میں الٹ پلٹ کرنے کا مشاق تھا۔ اس لئے جوانی سے پیری تک زمانے میں زرو مال اکٹھا کیا۔ اے کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ میں نے تم لوگوں کے لئے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے اور تم کو جگہ جگہ مارے مارے پھرنے سے بچالیا ہے۔

مرض کی شدت کے دوران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ چند آدمی میری موت کے منتظر ہیں۔ وہ میرے مرنے کے بعد خوشیاں منائیں گے تب آپ نے ایک شعر پڑھا۔

ترجمہ: اے لوگو! اگر ہم نہ مریں تو کوئی اور ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیا موت میں کوئی عار کی بات ہے۔

مرض الموت کے سال مالک بن عبد اللہ نے سورہ میں جہاد کیا اور جنارہ بن امیہ نے روڈس میں داخل ہو کر وہاں کے شر کو منہدم کیا (طبری ج ۳ ص ۱۶۱) اور سورہ کے جہاد اور روڈس میں فوج کی نقل و حمل کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی علالت کے باوجود باقاعدہ اطلاع ملتی رہی۔ بالفاظ دیگر موت کے دروازے پر پہنچ کر بھی فرائض سے غافل نہ رہے۔

کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ کو مرض کی شدت ہوئی تو اس وقت ان کا بیٹا یزید حواریں میں تھا۔ اس کو اس واقعہ کی خبر دی گئی اور آنے کی تاکید کی گئی تاکہ وہ اپنے بات کو دیکھ سکے۔ یزید نے جو اشعار پڑھے ان کا مفہوم و ترجمہ یہ ہے۔

قاصد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خط لے آیا۔ اس کے اس کاغذ سے دل خوف سے کانپنے لگا۔ ہم نے کہا کہ تجھ پر خدا کی مار تو تہلا کہ اس کاغذ میں کیا ہے؟

اس نے کہا خلیفہ کا یہ حال ہے کہ وہ مرض کی شدت کے باعث اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔

پھر ہم نے مہار اور اونٹنیوں کو منگوا دیا اور ان کے ذریعے سے راستوں کو طے کرنا شروع کر دیا۔ ہمیں ان کو تیز تیز چلانے کی ضرورت بھی نہ پڑی مگر زمین ہلنے اور ہم کو ہلانے لگی۔ گویا کہ ان کے ارکان کے حصے ٹوٹ گئے ہیں۔

جو شخص اپنے نفس کی شرافت کو پورا نہیں کرتا قریب ہے کہ اس کے نفس کے امور ساقط ہو جائیں۔

جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور رملہ کی آواز نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ دل بدحواس ہو جانے کے بعد پھر کسی قدر ہوش آیا۔

اور نفس جانتا ہے کہ وہ بے قراری پر ثابت ہے۔

ابن ہند اور اس کے مجدد کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ دونوں ساتھ ہی رہتے تھے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔

وہ سفید رو اور کشادہ ابرو آدمی تھا۔ بادل اس سے پانی طلب کیا کرتے تھے اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ قریعہ اندازی کرے تو ضرور بازی جیت لے گا۔

(طبری ج ۳ ص ۱۶۳، اب الاثیر ج ۱ ص ۱۰۶)

یہ بھی مرکوز ہے کہ یزید امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحلت سے پہلے گھر نہ پہنچ سکا تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد خاک کیا گیا۔ بعد کی روایت کے مطابق اس نے باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھی اور قبر پر وہ خوشبو چھڑکی جو خود حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے

ایجاد کی تھی۔ اس خوشبو کا نام ”غالیہ“ تھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے اپنے لئے استعمال کرتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاں اور بھی کارنامے انجام دیئے وہاں ان کی ایجاد یہ ایک خوشبو بھی تھی۔ رحلت کے وقت خوشبو کچھ مقدار میں بچی ہوئی تھی۔ یزید کو اس کی بہنوں نے دی اور یزید اس خوشبو کو لے کر سیدھا باپ کی تربت پر پہنچا۔ دعائے فاتحہ پڑھی۔ خوشبو چھڑکی اور میں چلا آیا۔

مورخین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ یزید کا مرقیہ جذباتی حد تک باپ کے ساتھ تعلق محبت کا ایک اظہار تھا لیکن ادھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دنیا سے آنکھیں پھیریں ادھر یزید بھی اپنے مرقیہ کو بھول گیا اور اس نے اپنی ساری توجہ تخریبی سرگرمیوں پر مرکوز کر دی۔ یزید کو اس بات کا بڑا زعم تھا کہ باپ کی زندگی میں ہی اس کی بیعت اور ولی عہدی کا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ لہذا سلطنت کے حصول کے لئے اسے چنداں تنگ و دو کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رحلت سے قبل اپنے بیٹے یزید کو وصیت بھی فرمائی۔ اس وصیت کے متعلق مورخین کے بیان میں اختلاف ہے۔ بعض لکھتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود یزید کو بلا کر وصیت کی تھی اور بعض کے نزدیک یزید اس وقت موجود نہ تھا اس لئے اپنے ندیم خاص ضحاک بن قیس فری کو لکھوا کر دی تھی کہ وہ ان کے بعد یزید کے حوالہ کر دے۔ بہر حال وصیت کے الفاظ یہ ہیں۔

جان پدر! میں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لئے راستہ صاف کر دیا ہے اور دشمنوں کو زیر کر کے سارے عربوں کی گردنیں جھکا دی ہیں اور تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے جمع نہ کیا ہو گا۔ اب میں تم کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ وہ تمہاری اصل و بنیاد ہیں اس لئے جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک سے پیش آنا اور اس کی پوری عزت کرنا اور احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ عراق والوں کی ہر خواہش پوری کرنا۔ حتیٰ کہ اگر وہ روزانہ عاملوں کی تبدیلی کا مطالبہ کریں تو بھی اس کو پورا کرنا کیونکہ عاملوں کا تبادلہ تلوار کے بے نیام ہونے سے زیادہ بہتر ہے شامیوں کو اپنا مشیر خاص بنانا اور ان کا خیال ہر حال میں مد نظر رکھنا اور جب تمہارا کوئی دشمن تمہارے مقابلہ میں کھڑا ہو تو ان سے مدد لینا لیکن کامیابی کے بعد انہیں فوراً واپس بلا لینا کیونکہ اگر یہ لوگ وہاں زیادہ مقیم رہیں گے تو ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔

سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے اس میں حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر اور عبداللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر کے علاوہ اور کوئی تمہارا حریف نہیں ہے عبداللہ بن عمر سے کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں زہد و عبادت کے علاوہ اور

گئے۔

حضرت امیر معاویہ کو جو چیز دوسرے اموی خلفاء سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کی بے نظیر تدبیر و سیاست اور قوت نظم تھی۔ وہ اموی سلسلہ کے سب سے پہلے بادشاہ تھے اور ان ہی کے ہاتھوں بن امیہ کی بنیاد پڑی اس لئے عام اصول کے اعتبار سے ان کا دور حکومت بالکل ابتدائی، سادہ اور غیر مکمل ہونا چاہئے تھا لیکن اس آغاز کے باوجود ترقی یافتہ حکومت کا ایک مکمل اور جامع نمونہ تھا گو وہ شخصیت پسند فرمانروا تھے۔ تاہم ان میں ایسی خود سری اور خود رانی نہ تھی جو ان کو اس عہد کے ارباب فکر و تدبیر کے صلاح و مشورہ سے روکتی اور امر و نواہی کی تبلیغ اور اقامت دین ایک مسلم حکمران کا سب سے مقدم مذہبی فریضہ ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس فرض کو ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ زمانہ جاہلیت میں ایک قسم کا نکاح رائج تھا جسے ”شغار“ کہتے تھے۔ اس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ اس شرط پر کرتا تھا کہ وہ اس کے بدلہ میں اپنی لڑکی یا بہن اس کی زوجیت میں دے دے اور یہ تبادلہ مہر ہوتا تھا اس صورت میں عورت کو مہر نہ ملتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عباس بن عبد اللہ اور عبد الرحمن بن حکم نے اسی طریقہ پر اپنی لڑکیوں کی شادی ایک دوسرے کے ساتھ کر دی۔ امیر معاویہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے مروان کو لکھا کہ یہ نکاح شغار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مخالفت فرمائی ہے اس لئے دونوں میں تفریق کرادو (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی الشغار)

عورتوں کی مصنوعی آرائش اور غیر معتدل زیب و زینت ان کی بد اخلاقی کا پہلا زینہ ہے۔ یہودی عورتوں میں ان اخلاقی مرض کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ ان میں جن عورتوں کے بال گر جاتے تھے وہ مصنوعی لگا لیتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مصنوعی بالوں کی مخالفت فرمادی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عربی عورتوں نے بھی یہ طرز آرائش اختیار کر لیا تھا۔ امیر رضی اللہ عنہ حج کو آئے تو اس کی مخالفت پر خطبہ دیا اور منبر پر کھڑے ہو کر مصنوعی بالوں کا گچھا ہاتھوں میں لے کر کہا۔

”اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ نبی اسرائیل اس وقت برباد ہوئے جب ان

کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے اس لئے عامۃ المسلمین کی بیعت کے بعد ان کو بھی کوئی عذر نہ ہو گا۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر میں کوئی ذاتی ہمت اور حوصلہ نہیں ہے جو ان کے ساتھی کریں گے۔ اس کے وہ بھی پیرو ہو جائیں گے۔ البتہ حسین رضی اللہ عنہ کی جانب سے خطرہ ہے۔ ان کو عراق والے تمہارے مقابلے میں لے آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لیتا کیونکہ وہ قربت دار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کا داؤدے کر شیر کی طرح حملہ آور ہو گا کہ وہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن زبیر سے اس لئے اگر وہ صلح کریں تو صلح کر لینا۔ ورنہ موقع اور قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے کر ڈالنا (طبری ج ۷ ص ۱۹۱، ۱۹۲)

اس وصیت کے بعد اہل خاندان کو وصیت کی۔ خدا کا خوف کرتے رہنا کیونکہ خدا خوف کرنے والوں کو مصائب سے بچاتا ہے۔ جو خدا سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں۔ پھر اپنا نصف مال بیت المال میں جمع کرنے کا حکم دیا (طبری ج ۷ ص ۲۰۲) اور تجیز و تکفین کے متعلق ہدایت کی کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کرتہ مرحمت فرمایا تھا وہ اسی دن کے لئے محفوظ رکھا ہے اور آپ کے ناخن اور موئے مبارک شیشہ میں محفوظ ہیں۔ مجھے اس کرتے میں دفنانا اور ناخن اور موئے مبارک کو آنکھوں اور منہ کے اندر رکھ دینا۔ شاید خدا اسی کے طفیل میں اور اس کی برکت میں میری مغفرت فرمادے۔ (استیعاب ج ۱ ص ۲۶۲) ان وصیتوں کے بعد عرب کے اس مدبر اعظم نے رجب ۶۰ھ میں جان دے دی۔ وفات کے بعد ضحاک بن قیس ہاتھوں میں کفن لئے ہوئے باہر آئے اور لوگوں کو ان الفاظ میں ان کی وفات کی خبر دی۔

”لوگو! معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کی لکڑی اور اس کی دھار تھے خدا نے ان کے ذریعہ سے فتنہ فرو کیا۔ شہروں کو فتح کرایا اور لوگوں پر انہیں حکمران بنایا۔ آج وہ اس دنیا سے اٹھ گئے۔ یہ دیکھو ان کا کفن ہے، اسی میں ہم انہیں لپیٹ کر قبر میں دفن کر دیں گے اور ان کا فیصلہ ان کے اعمال پر چھوڑ دیں گے۔“ (طبری ج ۷ ص ۲۰۲)

اس اعلان کے بعد تجیز و تکفین عمل میں آئی۔ ضحاک نے نماز جنازہ پڑھائی اور معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق کی زمین میں سپرد خاک کئے اور

عورتوں نے اس کو اختیار کیا

(بخاری کتاب بدء الخلق و کتاب الادب)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی کبھی جامع عام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون اعمال کا اعلان کرتے۔ کبھی خود عبادات کا مسنون طریقہ عملاً کر کے دکھاتے کبھی اعمال کے متعلق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لوگوں کو سناتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کو گئے تو اس خیال سے کہ لوگ روزہ کو فرض نہ سمجھ لیں منبر پر چڑھ کر اعلان کیا۔

”اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ یہ عاشورہ کا دن ہے خدا نے اس دن کا روزہ تمہارے اوپر فرض نہیں کیا ہے۔ میں روزے سے ہوں۔ تم لوگوں میں جس کا دل چاہے روزہ رکھے اور جس کا دل چاہے افطار کرے۔ (بخاری کتاب الصیام باب سوم عاشورہ)

ایک مرتبہ لوگوں کے سامنے مسنون طریقہ سے وضو کیا اور مسح راس کے لئے چلو میں پانی لے کر داہنے ہاتھ سے سر پر ڈالا۔ پانی کے قطرے ٹپکنے لگے۔ پھر شروع سے لے کر آخر تک ہاتھ پھیرا اور پھر واپس لائے (ابوداؤد کتاب الطہارۃ بات شفتہ وضو النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع سے کہا کہ آپ لوگوں کو غالباً اس کا علم ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز سے منع فرمایا ہے اور چیتے کی کھال کے فرش کی بھی مخالفت فرمائی ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ پھر کہا آپ لوگ اس سے بھی بے خبر نہ ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اور عمرہ کے قیران سے منع فرمایا ہے۔ لوگوں نے کہا اس کی ممانعت تو نہیں ہے۔ کہا نہیں قیران بھی مذکورہ بالا چیزوں کی طرح ممنوع ہے۔ غالباً آپ لوگوں بھول گئے۔ (کتاب المناقب باب فی القرآن)

کبھی کبھی خطبہ میں تعلیم و ارشاد کا فرض انجام دیتے تھے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے دن منبر پر مسلمانوں سے خطاب کیا۔ ”کہہ لوگو میری باتوں کو کان دھر کے سنو اس لئے کہ مجھ سے زیادہ دین و دنیا کا واقف کار پھر تم کو نہ ملے گا۔ نمازوں میں اپنے چہرے اور صفوں کو سیدھا رکھا کرو ورنہ خدا تمہارے دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔ اپنے کم عقل لوگوں کو قابو میں کرو ورنہ خدا تم پر تمہارے دشمن کو مسلط کر

دے گا جو تم کو سخت عذاب دے گا۔ صدقہ کیا کرو۔ کم مائی کا عذر نہ کرو کیونکہ کم مایہ آدمی کا صدقہ دولت مند کے صدقہ سے زیادہ افضل ہے۔ عقیقہ اور پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگایا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کی عورت پر بھی تہمت لگائے تو قیامت کے دن اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۴)

وہ صحابہ رضی اللہ عنہم جو فضل و کمال میں یکتا تھے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فقہ میں شمار کرتے تھے۔ ابن ابی ملیکہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ کسی نے ابن عباس سے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے وتر میں ایک رکعت پڑھی جواب دیا بالکل صحیح کہا۔ وہ فقیہ ہیں (بخاری کتاب المناقب معاویہ رضی اللہ عنہ) اسی تفقہ کی بنا پر وہ صحابہ کی اس جماعت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صاحب علم و افتاء تھے، ایک رکن تھے۔ البتہ ان کے فتاویٰ کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں ہے (علامہ الموقعین ج ۱ ص ۳) احادیث نبوی کا کافی ذخیرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سینہ میں محفوظ تھا چنانچہ حدیث کی کتابوں میں ان کی ۶۳ روایتیں ملتی ہیں جن میں سے چار متفق علیہ ہیں۔ یعنی بخاری، مسلم، دونوں میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ چار میں بخاری اور پانچ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ صحابہ کرام میں ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہ ابوداؤد رضی اللہ عنہ جریر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ، نعمان بن بشیر، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ابن حبیب اور حبیب بن عبد الرحمن وغیرہ نے روایتیں کی ہیں (تہذیب الاسماء نودی ص ۱۳۳) کبھی کبھی مذہبی مسائل میں اکابر صحابہ سے اور ان سے اختلاف رائے بھی ہو جاتا تھا اور ان کی رائے صائب نکلتی تھی۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے والی تھے یہاں کے مسلمانوں میں کچھ رومیوں کے اثر اور کچھ مال و دولت کی فراوانی سے ظاہری شان و شوکت اور طمطراق پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت ابوذر غفاری بھی یہیں رہتے تھے۔ یہ بڑے فقیر منس، متوکل اور سادہ مزاج بزرگ تھے اور اپنی طرح سب میں عمد نبوت کی سادگی دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے زائد از

مع امراتہ رجلا

حضرت امیر معاویہؓ کبھی کبھی واقف کار بزرگوں سے آنحضرت ﷺ کے اقوال سننے کی فرمائش کرتے۔ ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ کو لکھ کر بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو تم نے سنا ہو اس سے مجھے بھی بہرہ ور کرو۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ آنحضرت ﷺ نے فضول خرچی، مال کے اتلاف اور سوال کی کثرت سے منع فرمایا ہے۔ (بخاری کتاب الزکوۃ قولہ تعالیٰ لا تسئلون الناس الحاتا)

ایک مرتبہ معاویہؓ نے ایک انصار کے پاس پانچ سو دینار بھیجے۔ ان بزرگوں نے ان کو کم سمجھا اور اپنے لڑکے کو قسم دلا کر کہا کہ اس کو لے جا کر معاویہؓ کے منہ پر کھینچ کر دے مارو اور واپس کر دو۔ چنانچہ یہ تھیلی لے کر امیر معاویہؓ کے پاس آئے اور کہا کہ امیر المومنین میرے والد بڑے تند مزاج ہیں۔ انہوں نے قسم کھا کر مجھے ایسا حکم دیا ہے۔ اب میں اس حکم کی کس طرح مخالفت کروں؟ امیر معاویہؓ نے اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے کہا کہ بیٹے باپ کا حکم پورا کرو لیکن اپنے چچا کے ساتھ نرمی کرنا یعنی زور سے کھینچ نہ مارنا۔ لڑکا یہ حکم دیکھ کر نادام ہوا اور تھیلی وہیں پھینک دی۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے رقم دونی کر کے دوبارہ ان انصاری بزرگ کے پاس بھجوائی۔ یزید کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ بھرا ہوا آیا اور کہا: آپ کا حکم اب اتنا بڑھتا جاتا ہے کہ کمزوری اور بزدل بن جانے کا خوف ہے۔ حضرت معاویہؓ مسکرا کر بولے صاحبزادے حکم کی وجہ سے کبھی ندامت نہیں اٹھانی پڑتی۔ تم بے شک اپنے طرز پر رہو لیکن مجھے میری رائے پر چھوڑ دو (الفخری ص ۱۹۶)

ایک مرتبہ امیر معاویہؓ مدینہ تشریف لے گئے۔ حضرت ابو قتادہؓ سے ملاقات ہوئی آپ نے ان سے استفسار کیا کہ تمام اہل مدینہ مجھ سے ملے مگر انصار نہیں ملے۔ انہوں نے جواب دیا سواری نہ تھی۔ معاویہؓ نے پوچھا کیوں۔ سواریاں کیا ہوئیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بدر کے دن آپ اور آپ کے باپ کی تلاش میں فتا ہو گئیں۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا تھا کہ تم لوگ ہمارے بعد ترجیح دیکھو گے۔ معاویہ

ضرورت مال جمع کرنا حرام ہے اور اس عقیدے میں اس قدر تشدد تھے کہ انہوں نے سرمایہ داری کے خلاف وعظ و کنہا شروع کر دیا اور جو مسلمان روپیہ جمع کرتے تھے ان کو اس آیت کا مورد ٹھہراتے تھے کہ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو۔

اس آیت سے پہلے یہود و نصاریٰ کا ذکر ہے۔ امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق بھی ان ہی لوگوں سے ہے اور حضرت ابوذرؓ اس کو مسلمان اور غیر مسلمان دونوں سے متعلق کرتے تھے۔ دوسرا اختلاف یہ تھا کہ حضرت ابوذرؓ خدا راہ میں نہ دینے سے یہ مراد لیتے تھے کہ کل مال خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور امیر معاویہؓ صرف زکوۃ میں محدود کرتے تھے۔ اس مختلف فیہ مسئلہ میں گو ترک دنیا کے اصول سے حضرت ابوذرؓ کا خیال کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو لیکن واقعہ کے لحاظ سے امیر کی رائے صحیح ہے (سیر الصحابہ ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت امیر معاویہؓ کو اگرچہ حضور سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں زیادہ رہنے کا موقع نہیں ملا لیکن انہوں نے اپنے ذوق و شوق اور تلاش و جستجو سے دینی علوم میں پوری دستگاہ بہم پہنچائی تھی۔ علاوہ ازیں ان کو اپنے مخالفین سے بھی علمی استفادہ میں عار نہ تھا اور جب اس قسم کے مسائل پیش آتے تھے جن کے متعلق ان کو علم نہ ہوتا تو حضرت علیؓ کی طرف رجوع کرتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھ لیا اور اشتعال میں آکر ان میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ مقدمہ امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا مگر وہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ حضرت علیؓ سے دریافت کر کے مجھے اطلاع دی جائے۔ ابو موسیٰؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا۔ حضرت علیؓ نے واقعہ سن کر استعجاباً فرمایا کہ اس قسم کے واقعات میرے یہاں نہیں ہوتے۔ میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ اصل واقعہ بیان کر کے مجھے حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے کہا: معاویہؓ نے آپ سے پوچھا۔ فرمایا اگر قاتل چار گواہ نہ لائے تو اس قتل کا ذمہ دار ہو گا (موطا امام مالک، باب القضاء فیمن وجد

ﷺ نے پوچھا۔ پھر ایسی حالت میں تمہیں کس چیز کا حکم دیا تھا۔ بولے فرمایا تھا صبر کرنا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا صبر کرو (تاریخ الخلفاء ص ۳۰۱) اکثر صحابہ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغزشوں پر ٹوکتے تھے اور سرزنش کرتے تھے لیکن انہوں نے کبھی ان کو کوئی سخت جواب نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اپنی کمزوری دور کرنے کی کوشش کی۔

حضرت مقدم بن معدیکرب، عمرو بن اسود اور بنی اسود کا ایک ایک آدمی ایک بار معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس وفد کی صورت میں آئے۔ مقدم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ میں چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اگر سچ ہوں۔ تو ماننا اور جھوٹ ہوں تو رد کر دینا انہوں نے کہا فرمائیے۔ مقدم رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سے خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آنحضرت ﷺ نے حریر پہننے سے منع نہیں کیا؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: میں تم کو قسم دلا کر پوچھتا ہوں تم نے آنحضرت ﷺ سے سونے کے استعمال کی ممانعت نہیں سنی۔ کہا ہاں۔ پوچھا: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور اس کے بچھانے سے منع نہیں کیا؟ کہا ہاں۔ مقدم نے کہا معاویہ رضی اللہ عنہ خدا کی قسم میں یہ تمام چیزیں تمہارے گھر میں دیکھتا ہوں۔ اس پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا مقدم رضی اللہ عنہ مجھ کو یقین ہے کہ میری تمہارے سامنے ایک نہ چلے گی اور پھر ان کو ان کے دونوں ساتھیوں سے زیادہ صلہ دیا۔ (ابوداؤد کتاب العباس)

ایک مرتبہ حضرت ابو مریم رضی اللہ عنہ ازدی نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا جس شخص کو مسلمانوں کا والی بنائے اگر وہ ان کی حاجتوں سے آنکھ بند کر کے پردہ میں بیٹھ جائے تو خدا بھی قیامت کے دن اس کی حاجتوں کے سامنے پردہ ڈال دے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس کا اتنا اثر ہوا کہ لوگوں کی حاجت براری کے لئے ایک مستقل آدمی مقرر کر دیا۔ (ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ)

غرض اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ضبط و تحمل اور فضل و کمال کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دنیا میں پڑ کر آخرت کے مواخذہ کو بالکل فراموش کر دیا تھا لیکن یہ خیال

حقیقت واقعہ سے بہت دور ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قیامت کے مواخذہ کا تذکرہ سن کر لرزہ بر اندام ہو جاتے تھے اور روتے روتے ان کی حالت غیر ہو جاتی تھی۔ ایک بار شفیاء رضی اللہ عنہ اسکی مدینہ آئے۔ دیکھا کہ ایک آدمی کے گرد بھیر لگی ہوئی ہے۔ پوچھا کون ہیں۔ لوگوں نے کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب حدیث سنا چکے اور مجمع چھٹ چکا تو شفیاء نے ان سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سنائیے جس کو آپ نے ان سے سنا ہو۔ سمجھا ہو، جانا ہو۔ ابو ہریرہ نے کہا۔ ایسی ہی حدیث سناؤں گا۔ یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش آیا تو کہا۔ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آپ نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور اس وقت میرے اور آپ کے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ اتنا کہہ کر زور سے چلائے اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ افادہ ہوا تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی اور وہاں میرے اور آپ کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا۔ یہ کہا اور پھر چیخ مار کر غش کھا کر منہ کے بل گر پڑے۔ شفیاء رضی اللہ عنہ نے تھام لیا اور دیر تک سنبھالے رہے۔ ہوش آیا تو کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب خدا بندوں کے فیصلہ کے لئے اترے گا تو سب سے پہلے تمیں آدمی طلب کئے جائیں گے۔ عالم قرآن، راہ خدا میں مقتول اور دولت مند۔ پھر خدا عالم سے پوچھے گا کیا میں نے تجھ کو قرآن کی تعلیم نہیں دی۔ وہ کہے گا ہاں خدایا۔ فرمائے گا تو اس نے اس پر عمل کیا۔ وہ کہے گا رات دن اس کی تلاوت کرتا تھا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو قاری کا خطاب دیں چنانچہ خطاب دیا۔ پھر دولت مند سے پوچھے گا کیا میں نے تجھ کو صاحب قدرت کر کے لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کر دیا۔ وہ کہے گا ہاں خدایا۔ فرمائے گا تو نے کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا، صدقہ دیتا تھا۔ خدا فرمائے گا۔ تو جھوٹ بولتا ہے بلکہ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے اور کہلایا۔ پھر وہ جسے راہ خدا میں جان دینے کا دعویٰ تھا پیش ہو گا۔ اس سے سوال ہو گا تو کیوں مار ڈالا گیا؟ وہ کہے گا تو نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں تیری راہ میں لڑا اور مارا گیا۔ خدا فرمائے گا تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو چاہتا تھا کہ دنیا میں جری

شفاف پانی پیس کیونکہ ہم ذلت آشنا نہیں ہیں اور سختی سے مطیع نہیں ہوتے۔

اس پر آپ نے فرمایا۔ میں اس قدر بردباری کرتا ہوں کہ لوگوں کو معاف کرا دیتی ہے اور اس قدر غصہ کو پیتا ہوں کہ بڑے بڑے حوصلے والے نہیں پی سکتے اور یہ شعر پڑھا

اتلہ و حلما و انتصلا بہم غدا

نما اتلہا لوا فی ولا انصلاوع الغیر

میں ان سے درگزر بنا بر حلم اور کل کام لینے کے لئے کرتا

ہوں، میں کوئی ست و ذلیل انسان نہیں ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ امیر معاویہ عالم اللہ نزع میں اپنا چہرہ زمین پر رگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ خدایا تو نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ من اللہ لا یغفران بشرک، ول یغفر ما دون ذلک لمن یشاء یعنی اللہ اس کی مغفرت نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے اور اس کے ماسوا جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے (ن-۷) اس لئے بار الہا مجھ کو ان لوگوں میں شامل فرما جن کی مغفرت تو نے اپنی مشیت پر رکھی ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں لیکن اولاد صرف دو بیویوں سے ہوئی۔ ایک میسون بنت بحدل جس سے یزید (ایک روایت کے مطابق ۲۲ھ میں اور دوسری روایت کے مطابق ۲۵ھ میں) پیدا ہوا اور دو لڑکیاں تھیں۔ ایک کا نام امۃ الشارق تھا جو بچپن میں ہی فوت ہو گئیں اور دوسری کا نام رملہ تھا۔ رملہ کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان کے صاحبزادے عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا جن سے ایک لڑکا زید پیدا ہوا۔ بنت بحدل عرب کے مشہور قبیلہ بنو کلب سے تھیں یہ بنو کلب کی سردار بحدل بنت انیف الکلی کی صاحبزادی تھیں۔ شام کی گورنری کے ایام میں اولاد نرینہ کی خاطر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۵) میسون بنت بحدل کے علاوہ آپ کی دوسری بیوی کا نام فاختہ بنت قرینہ تھا۔ ان کے بطن سے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبدالرحمان پیدا ہوئے۔ عبدالرحمان تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے لیکن عبداللہ ان کی وفات تک زندہ تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک نہایت باوقار اور صاحب علم بزرگ

اور بہادر کہلائے تو یہ کہا جا چکا ہے۔ ”یہ حدیث بیان کر کے رسول اللہ ﷺ نے میرے زانو پر ہاتھ مار کر فرمایا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پہلے ان ہی تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنی تو کہا کہ جب ان لوگوں کے ساتھ ایسا کیا گیا تو اور لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ یہ کہہ کر یوں زار و قطار روئے کہ معلوم ہوتا تھا مرجائیں گے۔ جب ذرا سنبھلے تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ خدا اور اس کے رسول ﷺ نے سچ کہا ہے کہ:

ترجمہ: جو شخص دنیا اور اس کے ساز و سامان کو چاہتا ہے تو ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں اس کا کچھ نقصان نہیں ہوتا لیکن آخرت میں ان کا حصہ آگ کے سوا کچھ نہیں رہ جاتا اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ برابر ہو جاتا تھا اور جو کام کئے تھے بے کار جاتے تھے۔ (ہود-۲)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں حلم اور بردباری بھی ان کے فضل و کمال کی رہن منت تھی۔ ایک بار ایک شخص نے ان سے بڑی بدکلامی کی۔ کسی نے کہا کہ آپ اس کو سزا کیوں نہیں دیتے جواب دیا۔ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میرے حلم کا دامن رعایا کے گناہ کے مقابلہ میں تنگ ہو جائے (البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۳۸)

ایک شخص ابو جہم نے ایک مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے درشت گفتگو کی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سن کر سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر کہا: ابو جہم حاکم وقت سے بچا کرو۔ وہ بچوں کی طرح بگڑ جاتا ہے اور شیر کی طرح پکڑ لیتا ہے۔ اور اس کے تھوڑے غصے کی لپیٹ میں بہت سے لوگ آ جاتے ہیں۔ اس نصیحت کے بعد ابو جہم کو انعام دیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک روز منبر پر بیٹھے تھے اور آپ نے اہل عرب کو ٹولنے کے لئے کہا: ہمیشہ لوگ میری بات کی تردید کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ میں معاف کر دیتا ہوں۔ میرے حلم کی وجہ سے وہ دھوکے میں ہیں۔ اب آئندہ سے کوئی لغزش معاف نہیں کی جائے گی اور کوئی معذرت نہیں سنی جائے گی۔

انصار میں سے ایک شخص خرم نے کہا۔ ہمارے حقوق نہ ماریے کہ ہم آپ کا حق ماریں۔ اپنی نرمی سے نہ ڈریے کہ ہمارے دل کراہت کرنے لگیں۔ غفو کا دامن تھامے رکھئے تاکہ آپ ہمارے

کے حالات کی اطاعت دیتے تھے تاکہ پیش آمدہ صورتحال سے باخبر رہیں اور اقتدار کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے۔ بسا اوقات آپ اپنے خاندان والوں کو بھی حالات سے آگاہ کر دیتے تھے تاکہ کوئی نافرمانی پر آمادہ نہ ہوں۔ چنانچہ آپ کے خاندان والے دوسروں کی بہ نسبت مصائب کے وقت بڑے خلوص سے پیش آتے تھے۔ آپ نے اپنی طاقت بڑھانے کے لئے بہت سے طاقت ور اور بااثر لوگوں کو اپنی ملازمت میں رکھ چھوڑا تھا۔ خواہ وہ مصری ہوں، یمنی ہوں یا قریشی تاکہ لوگ آپ کے گرد جمع رہیں اور ضرورت کے وقت آپ کی امداد کریں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر جب خطبہ پڑھنے آتے تو آپ کے ساتھ نگہبانوں کی ایک جماعت ہوتی۔ بعض متورخین نے لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیٹھ کر خطبہ دیا کیونکہ آپ کا شکم بہت بڑا تھا اور بہت بھاری بھر کم تھے۔ (ابن العربی ص ۱۸۸) سب سے پہلے آپ ہی نے کوشک بنوایا اور ساتھ ہی ساتھ نگہبان خنجر بدست لے کر چلتے۔ خود تخت پر بیٹھے اور لوگوں کو نیچے بٹھایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی توصیف شاہانہ میں فرماتے ہیں۔ میں نے کسی کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ بادشاہت کے لئے موزوں نہیں پایا۔ وہ لوگوں کو بڑی توقعات دلاتے اور اس طرح انہیں اپنا بنا لیتے۔

حکومت چلانے کے لئے صرف شجاعت ہی کام نہیں کرتی بلکہ اس کے لئے تدبیر و سیاست کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مختلف اوصاف و فضائل کے حامل تھے۔ سیاست آپ کی زندگی پر مکمل طور پر چھائی ہوئی تھی۔ نصولی نے لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عرب کے چار مشہور سیاسی لوگوں میں سے تھے۔ یعنی عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص، مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ، زیاد بن ابیہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ۔ عجیب بات ہے کہ آپ ان سب پر صرف اپنی ہوشیاری اور سیاست سے غالب آ گئے۔ انہیں اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا اور آپ کے متبعین سے ہو جائیں اور آپ کی راہ پر چلیں۔ سب سے بڑے سیاسی انسان یعنی عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص نے آپ کی شخصیت اور آپ کے کارناموں کا اعتراف کیا۔

اہل عرب انہیں ”واہبہ“ کہتے تھے۔ یہ لفظ صرف اسی شخص کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے جو کسی حکومت کا بار اپنے کندھوں پر

فتوحات بھی آپ ہی کی شجاعت بہادری کی مرہون منت ہیں (فتوح البلدان ص ۱۳۲) معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ ایک بابیت، عزم و استقلال، شجاعت و بسالت اور علم و بردباری کا مجسمہ تھے۔ (دول الاسلام ج ۱ ص ۲۴)

اسلام کہتا ہے کہ اللہ کے بعد طاقت و قوت اسلامی جماعت کے ہاتھوں میں ہے اور کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ جماعت کے خلاف بغاوت کرنا ہے اور خلیفہ وقت امت کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کی شخصیت ذمہ داری ہوتی ہے جس کا فرض ہے کہ کتاب اللہ، سنت، اجماع اور قیاس کے مطابق عمل کرے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان عام الجماعت میں بیت المقدس میں ۴۱ھ بمطابق ۶۶۱ء خلیفہ المسلمین منتخب ہوئے۔ اس لئے یہ سال جب کہ ساری امت مسلمہ نے اپنے اختلافات کو تاج کر اور تفرقات کو بھول کر ایک بادشاہ یا ایک خلیفہ پر اتفاق کیا۔ عام الجماعت یعنی جماعت کا سال کہلایا۔ جب معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آ گیا تو آپ نے بڑے بڑے لوگوں اشراف و سپہ سالاران و قائدین امت کو بلایا اور مہاجرین و انصار سے ایک مجلس حکومت کی تشکیل دی۔ سوریا اور عراق کے شکریوں کے لئے مخصوص مجالس تھیں جہاں وہ جمع ہو کر اپنے مجلس منعقد کرتے تھے۔ عموماً یہ مجلسیں جامع مسجد میں ہوا کرتی تھیں۔ یہ مجالس دارالامارت میں نہ ہوتی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ لامرکزیت اور شخصی حکومت کی شان تمام عربی صوبوں میں پائی جاتی تھی، کیونکہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنروں جیسے زیادہ بن امیہ اور عمرو بن العاص کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

شہروں میں صرف ان کی اپنی مجالس ہی نہیں تھیں بلکہ صوبہ جات سے جو وفود آئے تھے ان کے اجلاس بھی ہوئے تھے۔ ان وفود میں عموماً ”زعمائے قبائل“ نواب اور حکام بلاد ہوتے تھے جو اپنی تجاویز اصلاحات پیش کرتے تھے۔ (طبری ج ۲ ص ۹۷)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ شخصی حکومت کا کتنا زور تھا اموی مرکز کس قدر مضبوط تھا اور جو ر وہ حکومت کے خلاف تھا اس کا کیا حال تھا؟ بحیثیت بادشاہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جاسوسوں کا ایک گروہ متعین کر رکھا تھا جو گورنری

خدمت پر مجبور کرتے رہے۔ عام طور پر مورخین آپ کی کامیابی کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ آپ کی سیاست ان حیلوں میں مبنی تھی جو آپ دوستوں سے مشکلات حل کرنے کے بارے میں کیا کرتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے قومی حریفوں کو مٹانے کے لئے ہر ممکن طاقت استعمال کی۔

شدت گرفت کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی مملکت کی مضبوطی کے لئے ایک اور طریقہ کار بھی اختیار کر لیا تھا یعنی خوب لین دین کرنا۔ نصولی کا کہنا ہے کہ یہ وہ عجیب قوت ہے جو جادو کا کام کرتی ہے اور مغموم دل، مضطرب و بے چین نفس کو خوش کر دیتی ہے جس شخص میں اقدام کی طاقت نہ ہو اسے اقدام پر جری بنا دیتی ہے اور دلوں میں ایمان و عزم پیدا کرتی ہے۔ لہذا وہ لوگوں کے دل و دین خریدنے پر قادر ہو گئے۔ جب لیڈروں کی ایک جماعت کے ہر فرد کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم دیئے اور ابو منازل کو ۷۵ ہزار دیئے تو ابو منازل سے کہا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ تو نے مجھے بن تیم میں رسوا کر دیا۔ کیا میرا حسب و نصب پاکیزہ نہیں ہے۔ کیا میں معمر آدمی نہیں ہوں۔ کیا میں اپنی قوم کا سردار نہیں ہوں؟ آپ نے حکم دیا کہ آپ کو بھی دوسروں کی طرح انعام دیا جائے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست کے کچھ نظریات تھے۔ ایک دن آپ نے زیاد کو لکھا ہمیں چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ ایک سی سیاست نہ برتیں اور نہ ہمیں سب کے لئے نرم ہونا چاہئے کہ لوگ نافرمانی پر آمادہ ہو جائیں اور نہ سب کے ساتھ سختی برتنی چاہئے کہ لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیں۔ (مجموعہ حکم۔ علامہ یاقوت المستعصی) ایک دن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند یزید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا کبھی کسی شریف آدمی کو نہ چھیڑنا کیونکہ وہ پھر کبھی درست نہیں ہو سکے گا۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حسن سیاست کی گواہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے بھی دی ہے کیونکہ آپ جانتے تھے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ زیرک انسان ہیں اسی لئے اہل عرب سے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم قیصر و کسریٰ کی سیاست کو یاد کرتے ہو حالانکہ آپ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جاہ پسند کہا جاتا ہے اور ایک حد

اٹھا لے۔ جیسے سمارک اور ٹالیراڈ تھے بلکہ یہ لفظ قوت خطابت، قدرت کلام، عزم بالجزم، روحانی تمنا، نظر ثاقب اور وسعت ذمہ داری کا بھی حامل ہے۔ اگر اس لفظ کو قدیم و جدید سیاسی لوگوں کے امتیاز کا ایک معیار ٹھہرا لیا جائے تو پھر ان میں امتیاز کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑی بات جو معاویہ رضی اللہ عنہ میں دلوں کو موہ لینے والی دشمنوں کو دوست بنانے والی اور نفرت کرنے والوں کو اپنا بنانے والی تھی۔ وہ نصولی کے بقول یہ ہے کہ آپ ایک اچھے خطیب تھے۔ اس امر کی گواہی عرب کے بیشتر مورخین دیتے ہیں۔ بنا بریں اپنی شدت ذکاوت و حرص کے آپ اپنے اسرار کسی پر کھلنے نہ دیتے تھے۔ آپ بڑے بلغ اور اچھے دلیل دینے والے تھے۔ میدان سیاست میں اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ نے اپنے متعلق خود بیان کیا ہے کہ میں نے جو اچھے نتائج حاصل کئے وہ اپنی قوت بیان اور زیاد کی قاطع تلواری کی بدولت حاصل کئے۔

ایک امتیازی شان آپ میں یہ تھی کہ آپ جب تک کسی بات کو اچھی طرح اپنے دل میں پختہ نہیں کر لیتے تھے کسی کو اس کے بارے میں حکم نہیں دیتے تھے پھر ایک جبار کی طرح گرفت کرتے اور موقع کی گھات میں رہتے۔ قحطی نے شاید آپ ہی کے بارے میں کہا ہے۔

شجاع اذا ما امکنی فرصتہ
والا تکن لی فرصتہ فبعین
جب فرصت دیکھتا ہوں تو میں بہادر ہوتا ہوں اور اگر فرصت
نہیں پاتا تو میں بزدل ہوتا ہوں۔ (مروج الذهب ج ۲ ص ۳۶)

آپ کے بارے میں یہ بات کتنی درست کہی گئی ہے: معاویہ رضی اللہ عنہ ایک ماہر اونٹ کی مانند ہے کہ جب اس سے خاموشی اختیار کی جائے تو وہ پیش قدمی کرتا ہے اور جب لوٹا جاتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے (لامنس ص ۲۱۷) آپ کی اسی سیاست کی بنا پر شامی آپ کے سامنے جھک گئے اور آپ کے گورنر آپ کے مخلص کارکن رہے۔ لہذا وہ آپ کے ہاتھوں میں فرمانبردار ہتھیار بن گئے۔ آپ بھی ان کے مصالح سے غافل نہیں رہے اور مصالح ملکی سے کبھی غافل نہ رہے جہاں بھی موقع ہوا اعمال سے محاسبہ کرتے رہے اور انہیں حسن

تک یہ صحیح بھی ہے لیکن اس کے باوجود وہ معمولی آداب مجلس میں بھی اپنے اور عام آدمی کے درمیان کوئی فرق و امتیاز روا نہ رکھتے تھے۔ ابو جہل زراوی ہیں کہ ایک مرتبہ معاویہؓ نکلے۔ عبداللہ بن عامر اور عبداللہ بن زبیر بیٹھے ہوئے تھے۔ معاویہؓ کو دیکھ کر ابن عامر کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر بیٹھے رہے۔ معاویہؓ نے ابن عامر کے قیام پر کہا: رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے کہ جو شخص اس سے خوش ہوتا ہے کہ خدا کے بندے اس کی تعظیم میں کھڑے ہو جائیں تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ (ادب المفرد باب قیام الرجل لمرجل تعظیماً)

سب سے بڑی بات جو دلوں کو موہ لینے والی دشمنوں کو درست بنانے والی اور نفرت کرنے والوں کو اپنانے والی تھی وہ یہ کہ آپ ایک اچھے خطیب تھے۔ اس بات کی شہادت اسلامی تاریخ کے اکثر مورخین دیتے ہیں۔ بنا بریں آپ اپنے اسرار کسی پر کھلنے نہ دیتے تھے۔ آپ بڑے بلیغ و فصیح اور نہایت اچھی دلیل سے بات کرتے تھے۔ میدان سیاست میں اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے جو آپ نے اپنے متعلق خود فرمائی کہ میں نے جو اچھے نتائج حاصل کئے وہ اپنی قوت بیان کی بدولت حاصل کئے ہیں۔ اس زمانہ میں پانچ بہترین اور چوٹی کے خطباء تھے۔ آپ ان میں سے ایک تھے۔ آپ کی خطابت اور فصاحت اور بلاغت کے متعلق ابن قسطلانی کا کہنا ہے کہ کان معاویۃ حکیماً فصیحاً بلیغاً معاویہؓ بڑے صاحب حکمت اور فصیح و بلیغ انسان تھے (الفخری ص ۱۷۳)

معاویہؓ ایک نہایت ظریف الطبع انسان تھے۔ ہر وقت خندہ پیشانی سے لوگوں کو ملتے۔ اس وجہ سے ہر آدمی بغیر کسی خوف و ہراس کے آپ سے ملتا بلکہ مل کر خوشی محسوس کرتا اور آپ بھی نہایت تپاک کے ساتھ ہر ایک کا خیر مقدم کرتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا مجھے ایک مکان تعمیر کرنا ہے جس کے لئے مجھے بارہ ہزار درخت دیئے جائیں۔ آپ نے اس سے مکان کی وسعت پوچھی۔ اس نے کہا کہ دو فرسخ لبائی دو فرسخ چوڑائی۔ آپ نے پوچھا کہ ایسا مکان ہے کہاں۔ اس نے کہا کہ بصرہ میں آپ نے ظرافتاً کہا کہ لا تقل واری بالبصرة یکن قل البصرة فی ناری یہ نہ کہو کہ میرا مکان بصرہ میں واقع ہے بلکہ کہو کہ بصرہ

میرے مکان میں واقع ہے (البدائیہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰-۱۳۱) ایسے ہی ایک مرتبہ عقیل بن ابی طالب آپ کے پاس تشریف لائے جن کی بینائی کمزور ہو رہی تھی۔ آپ نے ظرافتاً کہا۔ ہاشمیوں کی بصارتیں کیوں جاتی رہتی ہیں۔ حضرت عقیل نے بھی ظرافتاً اسی طرح جواب دیا۔ امیوں کے بصیرتیں کیوں جاتی رہتی ہیں۔ (العقد الفرید ج ۲ ص ۳۱۵)

حضرت معاویہؓ نے ایک ایسی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جو قریش کا سردار اور علمی لحاظ سے ایک نہایت اچھا گھرانہ تھا۔ آپ کے والد ابوسفیانؓ نے شروع ہی سے علمی لحاظ سے آپ کی نہایت اچھی تربیت کی شروع ہی سے علمی مزاج رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کی خلافت میں جہاں اور شعبہ ہائے زندگی میں ترقی ہوئی وہاں علمی سرگرمیوں میں بھی اچھی خاصی ترقی ہوئی۔ اس دور میں بڑے بڑے آئمہ تفسیر پیدا ہوئے۔ جن کی بدولت تفسیری ذخیرہ میں معتد بہ اضافہ ہوا۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ایک رفیق ابو حمزہ نے تفسیریں لکھیں۔ اکثر بڑے بڑے علماء بیک وقت مفسر بھی ہوتے تھے اور محدث و قیہ بھی۔ عموماً جو حدیث تھے وہ قیہ بھی تھے حضرت امیر معاویہؓ کو ادب سے کامل شغف ہونے کی بنا پر انہوں نے جہاں علمی سرگرمیوں پر زور دیا وہاں حدیث و فقہ کی ترویج و ترقی پر بھی پوری توجہ دی۔ اپنے عہد میں تدوین تاریخ و سیرت کا آغاز کر دیا۔ عروہؓ بن زبیر۔ سیدنا عکرمہؓ اور وہبؓ بن منیہ کے علاوہ عبید بن شریہ بھی آپ ہی کے دور کے قابل سیرت نگا ہوئے ہیں۔ حضرت معاویہؓ ان احباب کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے تدوین و تاریخ پر بھی آپ نے خاص توجہ فرمائی اور صنعائے یمن سے عبید بن شریہ نامی مورخ کو بلا کر تدوین تاریخ پر مامور کیا۔ ان کے زیر اہتمام دو کتابیں مدون ہوئیں ایک نثر کی کتاب الامثال کے نام سے ایک تاریخ کی اخبار الملوک و اخبار الما ضین کے نام سے (فجر الاسلام ص ۱۷۷)

معاویہؓ نے اپنے عہد میں ایک دارالترجمہ بھی قائم کیا۔ اس کی نگرانی پر ابن آثال طبیب کو مامور کر کے طب یونانی کی کتب کا عربی میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا لیکن افسوس کہ زمانہ کی دست برد سے بچ کر ان میں سے کوئی کتاب آج دستیاب نہیں (معاویہ بن ابی

سفیان۔ ابو النصر ص ۱۵۱)

موجودہ صحافیوں سے کریں تو واضح ہو جائے گا کہ آج کل بھی مختلف وزراء اپنے ہاں ان کو بلند مقام پر بٹھاتے ہیں۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن خطاب ہر اس شعر کی آواز کی طرف دھیان دیتے تھے جو اصلاح کا خواہش مند ہوتا تھا چنانچہ جب ابوالختر پر یزید بن قیس نے اپنا وہ قصیدہ پڑھا جس میں اس نے ابواز کے گورنروں وغیرہ کے خلاف آواز اٹھائی تھی تو آپ نے ان تمام حکام سے جن کا ابوالختر نے ذکر کیا تھا۔ آدھا آدھا مال لیا۔ حتیٰ کہ ایک جو تالے لیا اور ایک چھوڑ دیا۔ (فتوح البلدان ص ۳۸۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شعراء سے بہت ڈرتے تھے اور آپ نے ان کے لئے وظائف مقرر کر رکھے تھے کیونکہ ممکن تھا کہ کوئی شاعر معنیوں کو آپ کے خلاف بھڑکا دیتا جو کہ آپ کے مختلف لشکری تھے۔ قصہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ مسکین داری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے وظیفہ کی تقرری کا طالب ہوا۔ آپ نے انکار کر دیا کیونکہ آپ صرف معنیوں کو وظیفے دیتے تھے تو وہ آپ کے پاس سے یہ شعر پڑھتے ہوئے نکلا رضی اللہ عنہ

اخاک اخاک ان من لا اخالہ
کساع الی الہیجا بغیر سلاح
وان ابن عم المیر فلعلہ جناحہ
وہل بنہض البازی بغیر جناح
وما طالب الحاجات الاحضری
وما نل شہا طالب کجناح
اپنے بھائی کا دھیان رکھو، کیونکہ جس کا وہ بھائی نہیں، وہ اس شخص کی مانند ہے، جو جنگ کی طرف بغیر ہتھیار کے جاتا ہے، کیا باز بغیر بازو کے اڑ سکتا ہے؟ ضرورت مند سائل کو تو ہلا دیا جاتا ہے مگر جس نے بازو پا لیا اس نے بڑی چیز حاصل کر لی۔

پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ کسی یمنی نے کہا: میں نے ارادہ کیا کہ کسی مصری کو شام میں نہ چھوڑوں بلکہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس مقام سے نہ اٹھوں۔ حتیٰ کہ ہر زاری کو شام سے نکال کر لے جاؤں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فوراً چار ہزار قیسیوں کا وظیفہ مقرر کر دیا اور عطار بن

عربوں کا خاص فن شاعری ہے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کو شعرو شاعری کا نہایت اچھا مذاق تھا۔ وہ شعر کو تہذیب الاخلاق کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے کہ مرد پر اپنی اولاد کی تادیب فرض ہے اور ادب کا بلند ترین مرتبہ شعر ہے۔ اس لئے تم لوگ شعر کو اپنا سب سے بڑا مطمح نظر بناؤ اور اس کی عادت ڈالو۔ میں لیلۃ الہریر میں سخت مصیبت کی وجہ سے بھاگنے کو تھا لیکن اس رات کو صرف عمرو بن الاطنابہ کے اشعار نے مجھے ثابت قدم رکھا۔ (کتاب العمدہ ابن رشیق ص ۱۰)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں باپ دونوں شاعر تھے۔ آپ فصاحت اور بلاغت عرب کے گرویدہ تھے۔ شیریں الفاظ کے شائق تھے۔ لہذا اپنے زمانہ کے ادبا و شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے خطوط کو غور سے پڑھا جائے تو لطیف روح شعری ملتی ہے جو بین السطور میں چمک لگاتی نظر آتی ہے۔ آپ پر جاہلی شعرا کا غلبہ تھا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جاہلی شعراء میں سب سے بڑا شاعر مزینہ تھا۔ زہیر اسلام کا سب سے بڑا شاعر تھا۔ اور نظم کو نثر پر فضیلت دیتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شعر کا بہت احترام کرتے تھے اور اس کے فضائل کو مانتے تھے کیونکہ شاعری اخلاقی ترقی کا ستون اور چھپے ہوئے شریف جذبات کو برا کیگتھ کرنے والی ہے۔ ایک دن آپ نے عبدالرحمن بن الحکم بن ابی العاص سے خطاب کرتے ہوئے شعر کے بارے میں فرمایا: اے میرے بھتیجے تو شعر گوئی کا بڑا شوقین ہے۔ لہذا عورتوں کے ساتھ تشبیہ کرنے سے بچنا کیونکہ یہ بے حیائی کی روزی ہے۔ ہاں اپنی قوم کے مفاخر پر فخر کرنا اور ایسی باتیں کہنا جس سے تیرا نفس مذہب ہو اور دوسرے بھی ادب پکڑیں۔ انیس ذکر کیا فصولی لکھتے ہیں ہمیشہ سے شعر بلاد عربیہ میں ظالم سیاست کا مقابلہ کرتا رہا ہے اور ظالموں کے ظلم کی دھار کو کند کرتا رہا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سے حکام صرف اس بنا پر عدل کرتے تھے کہ کہیں وہ شاعروں کے ہنسانے اور رلانے والے شعروں کا تختہ مشق نہ بن جائیں چونکہ شعراء کو رائے عامہ میں بڑا دخل تھا۔ لہذا حکام نے انہیں خوب خوب دیا۔ ان کی محبت کو خریدا اور انہیں اپنے سیاسی معاملات میں دخل دینے سے روکے رکھا۔ اگر ہم اس امر کا مقابلہ یورپ کے

پتہ دیتے ہیں۔ جس دن آپ پر حملہ کیا گیا اور قاتل کامیاب نہ ہو سکا اس دن آپ نے عمر رضی اللہ عنہ بن العاص کو یہ شعر سنایا۔

بموت الصالحون وانت حي

تعطاك المنها لاتموت

نیک لوگ مرتے جاتے ہیں اور تو زندہ ہے۔ اموات تجھ

سے اچٹ جاتی ہیں لہذا تو نہیں مرتا۔

عمر رضی اللہ عنہ بن العاص نے جواباً کہا۔

فلست بميت ملامت حيا

ولست بميت حتى تموت

تو جب تک زندہ ہے مرے گا نہیں اور جب مرے گا تب ہی

مرے گا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اشعار میں اگر ایک طرف رقت و حلاوت ہے تو دوسری طرف حکمتیں بھی ہیں جو آپ کے اشعار میں سمندر کی موجوں کی طرح بہتی ہیں چنانچہ جب آپ بوڑھے اور کمزور ہو گئے اور لوگوں نے کہا کہ وقت آخر آن پہنچا ہے تو آپ نے گھر والوں کو فرمایا میری آنکھوں میں سرمہ لگاؤ، سر میں خوب تیل ملو۔ تکیہ لگا کر بٹھاؤ اور لوگوں کو آنے کی اجازت دو، مگر کوئی بیٹھنے نہ پائے۔ کھڑے ہو کر سلام کرے۔ لوگ آتے کھڑے کھڑے سلام کرتے اور آپ کے تیل سرمہ لگا کر دیکھ کر کہتے کہ یہ تو بالکل تندرست ہیں، کیا بات ہے؟ جب لوگ چلے گئے تو آپ نے چند اشعار پڑھے۔

ترجمہ:- میں دشمنوں کو طاقتور بن کر دکھاتا ہوں تاکہ وہ دیکھیں کہ میں زمانے کے حوادث کے سامنے جھکتا نہیں۔ مگر جب موت پہنچے گا رڈیتی ہے تو ہر تعویذ بے سود ہو جاتا ہے۔

حکمت و موعظت کے بارے میں آپ کے وہ شعر ہیں جو مغیرہ بن شعبہ کے خطاب کرتے ہوئے پڑھے

انما موضع سرالمرء انا

باح بالسو اخوه المنتصع

فلانا بحت بسر نالی

ناصح بستره اولاً تبع

اگر انسان کسی سے اپنا بھید کہنا ہی چاہے تو پھر اس کا مقام

مخلص بھائی ہے لہذا جب کسی بھید کا افشا کرنا ہو تو ایسے

حاجب کو اس کی انجام دہی پر مامور کیا۔ جب عطار بن حاجب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا۔ اس حسین واری نوجوان نے کیا کیا؟ اس سے آپ کی مراد مسکین واری سے تھی تو عطار بن حاجب نے کہا۔ امیر المومنین! اب وہ ٹھیک ہے آپ نے فرمایا اس سے کہہ دینا کہ میں نے اس کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا ہے خواہ وہ ہمارے پاس رہے یا اپنے وطن میں اور یہ بھی اسے خوشخبری سنا دینا کہ میں نے اس کی قوم کے چار ہزار افراد کا وظیفہ مقرر کر دیا کیونکہ اس کا یہ وظیفہ سیاسی ہے (الاعانی ج ۸ ص ۷۰)

مروان نے نابغہ کے خاندان والوں کو گرفتار کر لیا اور ان کا مال چھین لیا تو وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت عبداللہ بن عامر اور مروان آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو چند شعر سنائے۔ جن میں سے دو شعر یہ تھے۔

فلان تلخذ وا اهلی و مالی بظنته

فلنی العراب الرجل محرب

صبور علی ما بکره المراكله

سوی الظلم انی ان ظلمت ما غضب

اگر تم نے شک و تہمت کی بنا پر میرے خاندان کو گرفتار کر

لیا اور مال چھین لیا تو جان لو کہ میں بڑا جنگجو ہوں۔ ہر

ناپسندیدہ چیز پر صبر کر لیتا ہوں مگر ظلم کو برداشت نہیں کرتا۔

اگر مجھ پر ظلم کیا گیا تو میں غضب ناک ہو جاؤں گا۔ (الاعانی

ج ۳ ص ۱۳۸)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ تیری کیا رائے ہے۔ مروان نے کہا میری رائے یہ ہے کہ کہ اسے کچھ بھی نہ دیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ یہ کسی غار میں جا کر چھپ جائے پھر میرا بروریزی کرے اور اہل عرب اس کے اشعار روایت کرتے پھریں۔ پس لوٹا دے، جو کچھ اس سے چھینا ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان شعراء کے ساتھ بھی داد و ہش کا برتاؤ کرتے تھے جنہوں نے آپ کی ہجو لکھی تاکہ ان کی زبانیں بند ہو جائیں جیسے خالد بن معمر اور عورشہ وغیرہ (ابن عساکر ج ۳ ص ۸۸) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اشعار احساس نفس اور لطیف روح کا

البتہ وہ حسن و عشق کے ایسے پیرایہ کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتے تھے جسے اچھوتے منفرد اور تہذیب یافتہ طرز بیان سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا ہو۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ شاعری انسانی کے داخلی جذبات کو واضح کرتی ہے اور ایک مسلمان شاعر کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ اخلاق سے گرے ہوئے خیالات و جذبات کا سب کے سامنے برملا اظہار کرتا پھرے اور دوسروں کی طرف سے تضحیک و تمسخر کا نشانہ بنے۔ خود بدنام ہو اور دوسروں کو بھی بدنام کرے۔ ایسی صورت میں دشمن شاعر مذہب کو بھی نشانہ تنقید بنا لیتے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہ ہرگز نہ چاہتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اقوال میزان میں تولنے کے لائق ہیں اور ان کے افعال، مسلمان کا مورال بلند کرتے ہیں۔ ان کے چند مشہور اقوال و افعال یہ ہیں۔

”میں خود کو اس سے بلند رکھتا ہوں کہ میرے عفو سے کوئی بڑا گناہ یا میرے حلم سے کوئی بڑی جہالت ہو یا کوئی ایسی شرمناک بات ہو جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں یا میری بدی میری نیکی سے زیادہ ہو۔“

عقل، علم اور حلم بہترین چیزیں ہیں جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں۔ چاہئے کہ وہ جب یاد دلایا جائے تو وہ یاد کرے۔ جب وہ دے تو یہ شکر کرے۔ وہ آزمائے تو یہ صبر کرے۔ غصہ آئے تو اسے پی جائے قادر ہو تو خطا بخش دے اور جب کسی کو رنج پہنچائے تو معافی مانگ لے اور وعدہ کرے تو پورا بھی کرے۔

عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ امیر معاویہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کو آپ سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں کہا کہ:

اس شخص کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ عزیز و محبوب بنا دے

عبداللہ بن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت سختی سے پیش آیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس سے نرمی سے پیش آئیں گے کہنے لگے:

میں لوگوں کے اور ان کے زبانوں کی درمیان حائل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ہمارے اور ہمارے ملک کے درمیان حائل نہ ہوں۔ (ابن اثیر ج ۱ ص ۱۰۸)

مخلص سے کہو جو اسے چھپاے یا بالکل ظاہر ہی مت کرو۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی رقمطراز ہیں:

شاعری اور خطابت تو عربوں کا فطری ملکہ اور فن تھا۔ خصوصی طور پر شاعری تو ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور اس فن میں دنیا کی کوئی قوم بھی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتی تھی۔ سیحین کے زمانے میں اس کا رنگ قدرے پھیکا پڑ گیا لیکن اموی دور میں پھر اس مذاق میں چاشنی آگئی۔ معاویہ رضی اللہ عنہ خود سخن سنج تھے اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ شاعری میں بھی ان کو اچھا خاصا مذاق و ذیقت کیا گیا تھا۔ لہذا اس زمانہ میں اس فن کو خاصی ترقی ہوئی۔ جریر، فرزدق، اخطل وغیرہ شعراء جنہوں نے شاعری کو چار چاند لگائے اسی زمانہ کی پیداوار ہیں۔ سیاسی حالات کے اس نشیب و فراز سے شاعری کو اور بھی ترقی ملی اور شعراء کی زبان شمشیر براں سے کسی قدر کم نہ تھی۔ لہذا مقابلہ میں بھی اس فن کو خود بخود ترقی کے مواقع فراہم ہو گئے۔

عراق و شام کے تمدن اور ان کے سبزہ زاروں اور مرغزاروں نے عربی شاعری کا رنگ ہی بدل دیا۔ اب شاعری میں عربوں کے شاعرانہ اور بددیوانہ جذبات کی بجائے تنوع اور رنگینی آگئی۔ اس شاعری نے ایک طرف تو جاہلی شاعری کو اپنے دامن سے نہ جھٹکا اور دوسری طرف تنوع اور رنگینی، نشیب و تغزل میں جدت آفرینی کی وجہ سے جاہلی شاعری کو بھی ماند کر دیا اور جاہلی اور جدید فکر کی آمیزش سے ایک نئی قسم وجود میں آئی۔ ان سب چیزوں کے باوجود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شعر کو بے ہودگی اور قبائلی جھوکی بجائے نیک کاموں میں رغبت دلانے کا ذریعہ بنایا (اسلام و الحضارة العربیہ ج ۲ ص ۱۶۰)

انسان پر اپنی اولاد کی تہذیب و تادیب لازم ہے اور ادب کا بلند ترین مرتبہ شعر ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ شعر کو بلند ترین نصب العین ٹھہرائیں اور اس کی عادت ڈالیں (الحمہ ج ۱ ص ۱۵) اس لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شاعری کو ہمیشہ مذہب ذریعہ اظہار بنانے کی تلقین کی اور خود بھی اس پر کار بند رہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی شاعری کو ہرگز پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتے تھے جن میں بازاری الفاظ، جنس، جذبات اور لہجہ اور فحش خیالات کی عکاسی کی گئی ہو۔ ہاں

انہیں دنیا کی مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا جن سے وہ بحیثیت صحابی رسول اپنا دامن نہ بچا سکے۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ ان کا دل خوف و خشیت الہی سے خالی نہ تھا۔ وہ مواخذہ قیامت کے خوف سے لرزہ بہ اندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زار زار روتے تھے (ترمذی ابواب) انہیں دنیاوی ابتلا کا پورا احساس اور اعتراف تھا اور اس پر ندامت و پشیمانی تھی ایک مرتبہ سفر میں تھے کہ ایک مقام پر منزل ہوئی۔ ایک اونچے اور بلند مقام پر فرش بچھایا گیا سامنے سے ان کے خدم و حشم اونٹ، گھوڑے، لونڈی، غلام قطار در قطار گزرنے لگے۔ انہیں دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی ابن مسعود سے کہا: خدا ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے۔ نہ انہوں نے دنیا کو چاہا۔ نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا۔ عثمان کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل اسی میں آلودہ ہو گئے۔ وہ یہ کہہ رہے تھے اور ان پر ندامت و پشیمانی کے آثار طاری تھے۔ (طبری ج ۷ ص ۳۱۳) مرض الموت میں بھی معاویہ رضی اللہ عنہ ان آزمائشوں کو یاد کر کے کہتے تھے کاش میں ذی طوی کا ایک معمولی قریشی ہوتا اور ان معاملات میں نہ پڑا ہوتا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی ہے جس کی تعریف نہ صرف اپنوں نے کی ہے بلکہ بیگانے بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ عرب دنیا کا سب سے بڑا مورخ جس کی اسلام دشمنی مسلمہ ہے۔ لکھتا ہے کہ معاویہ میں سیاسی حس اپنے سے قبل تمام خلفاء سے تقریباً زیادہ ہی تھی۔ عرب مورخین کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خوبی علم و بردباری تھی یعنی وہ غیر معمولی قابلیت جس سے کہ طاقت کا استعمال صرف اسی وقت کیا جاتا جب وہ انتہائی ضروری ہوتا ورنہ ہر موقع پر نرمی اور بردباری سے کام لیا جاتا۔ وہ اپنی نرمی اور ملامت سے دشمن کو غیر مسلح کر دیتے تھے۔ ان کا دیر سے غصہ میں آنا اور اپنے آپ پر مکمل ضبط انہیں ہر موقع پر کامیاب و کامران بنا دیتا تھا چنانچہ وہ خود کہتے ہیں کہ جہاں میری زبان کام کر سکے وہاں میں کوڑا استعمال نہیں کرتا۔ ان سب خوبیوں کے باوجود معاویہ کئی مورخین کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ وہ انہیں اسلام میں پہلا بادشاہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ عرب مورخین کے نزدیک یہ لفظ انتہائی نا پسندیدہ ہے۔

جو شخص اموی ہو کر اپنے مال کا انتظام نہ کرے، حکم اس میں نہ ہو۔ وہ اپنے خاندان سے الگ ہے اور جو شخص ہاشمی ہو کر سخی و جوار نہ ہو۔ وہ بھی اپنے خاندان سے الگ ہے۔“

ایک دن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے۔ ان کے ساتھ عبید اللہ بن ابی بکر ورنہ ان کا بیٹا بشیر بھی تھا۔ بشیر نے بہت زیادہ کھانا کھالیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے گوشہ چشم سے اس کی طرف نگاہ کی عبید اللہ اس بات کو سمجھ گیا۔ اس نے چاہا کہ لڑکے کو اشارہ کرے۔ وہ جب تک فارغ نہ ہو اس نے کھانے سے سر ہی نہ اٹھایا۔ عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے باہر آ کر ملامت کی کہ تو نے یہ کیسی بد تمیزی کی۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو لڑکا ساتھ نہ تھا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے لڑکے کا کیا حال ہے عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا: یا امیر المومنین! آپ کیا سمجھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ قول دہرایا۔

”کھانے میں اعتدال نہ ہو تو یہ روش بیمار کر دیتی ہے۔ اگر پھر بھی انسان زیادہ کھانے سے پرہیز نہ کرے تو موت کو خود آواز دیتا ہے۔“

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے استفسار پر ایک بار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

”عفت شریف کی زینت ہے وہ اپنی عفت کا کبھی سودا نہیں کرتا۔ خواہ اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔“ (طبری ج ۳ ص ۱۷۲-۱۷۸)

تاریخ اسلام میں اس وقت فن تاریخ کے اوراق بالکل سادہ تھے۔ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ کے ایک ممتاز اخباری عبید بن شریہ سے تاریخ قدیم کی داستانیں سلاطین عجم کے حالات اور زبانوں کی ابتداء اور اس کے پھیلنے کی تاریخ لکھائی۔ یہ مسلمانوں میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب تھی۔ (فہرست ابن ندیم ص ۱۳۲)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں تھے انہیں صحبت نبوی سے استفادہ کا زیادہ موقع نہ مل سکا اس لئے ان میں علم و عمل کے وہ جو ہر پیدائے ہو سکے جو مہاجرین اولین کا طرہ امتیاز ہیں۔ تاہم وہ صحابی رسول تھے اور ان کا دامن اخلاق فضائل سے خالی نہ تھا لیکن

نائب سالار بھیجا گیا جہاں آپ نے اپنی حیرت انگیز سرگرمیوں اور کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور قیساریہ وغیرہ کی فتح سے اپنے آپ کو ممتاز بنالیا۔ وہ بلاشبہ مسلمانوں کے ہر دلعزیز سپہ سالار تھے (ج ۳ حصہ ۲ ص ۶۱۷)

کولمبیا انسائیکلو پیڈیا میں مذکور ہے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو دولت امیہ کے بانی ہیں۔ اسلام کے عظیم ترین مدبروں میں سے تھے پیغمبر اسلام کے سیکرٹری (کاتب) تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک نمایاں جرنیل بن گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کی پالیسی ہمیشہ بردبارانہ رہی اور روشن دماغی سے امور مملکت سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اسلامی مملکت کو پھر نمایاں طور پر یک جہتی بخشی (ص ۱۳۱۹)

انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز میں لکھا گیا ہے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ قسم کے جرنیل تھے۔ آپ کے جرنیلوں نے مملکت اسلامیہ کو وسعت سے ہمکنار کیا۔ آپ کا شمار عرب کے چار مشہور زیرکوں میں ہوتا ہے۔ (ج ۱۱ ص ۲۲۵)

بروکلن رنڈم راز ہے: یزید رضی اللہ عنہ اور اس کے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ نے صدیقی اور فاروقی دور میں اپنے زریں کارناموں کی بدولت ایک امتیازی مقام حاصل کیا تھا۔ بروکلن مزید لکھتا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا جو خانہ جنگیوں سے درہم برہم ہو چکا تھا۔ (History of the Islamic People p63)

معبد رضی اللہ عنہ بن عبادہ السالمی

معبد رضی اللہ عنہ بن عبادہ بن قیس۔۔۔۔۔ آپ قبیلہ بنو سالم بن عوف سے ہیں۔ ابو حمیفہ آپ کی کنیت ہے اور کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اہل بدر میں شمار کیے ہوتے ہیں۔

معبد بن قیس بن مخر الانصاری

سعد رضی اللہ عنہ بن قیس بن مخر بن حرام بن ربیعہ بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ۔۔۔۔۔ بدر میں شریک ہوئے آپ کے بھائی بھی بدری ہیں۔ دونوں بھائی احد کی جنگ میں شریک رہے۔

میں نے خیالات پر ان تنگ نظر لوگوں کا عکس ہے جو انہیں بہت ہیست و تبدیل کرنے والا سمجھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ نے جو کہ بہت سی عمد خلافت میں مرتب کی گئی ان کے دینی کمالات کو نہ جانتا اور مشکوک بنا دیا ہے۔ ابن عساکر کی روایت سے یہ ہے کہ وہ ایک بہترین مسلمان تھے آپ نے اپنے بعد کے اموی خلفاء کے لئے حلم و بردباری، شجاعت و بسالت، تدبیر اور تدبیر و سیاست کے بہت سے اصول چھوڑے جن پر بعد کے خلفاء نے عمل بھی کیا۔ وہ فرمانرواؤں میں سے بہترین فرمانروا تھے۔

(History of the Arabs pp197)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قابل ترین اور مضبوط سیاست کے مالک سب سربراہوں میں سے تھے۔ آپ نے ابتدائی مہمات ہی میں کامیابی حاصل کر لیا تھا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام کا حاکم بنا دیا۔ (History of Persia p532)

ٹکسن لکھتا ہے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجہ کے حکمران اور زمانہ شناس تھے زشیو کی طرح انسانی طباع شناس تھے۔ ان کے تمام اعتدال پسند مخالفین کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے۔ (History of the Arabs 195)

(Literary)

مرویم میور لکھتا ہے: معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اعلیٰ درجہ کے سپہ سالار تھے۔ شامی مہم میں یزید بن ابی سفیان کی فوج کے علمبردار تھے۔ (ص ۶۳)

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نویس لکھتا ہے: کہ آپ ایک مہتمم حکمران تھے اسی لئے شام انتظامی نقطہ نظر سے تمام اسلامی ممالک میں ایک مثالی صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ شامیوں کے بہترین حکومت کرتے تھے۔ آپ نے طاقت سے نہیں نرمی، بردباری اور انداز و ذہانت سے فرمانروائی کی۔ (جلد ۳ ص ۶۱)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا کالم نویس لکھتا ہے: بحیثیت کاتب (کاتب) آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین خدمات سرانجام دیں۔ یہیں آپ نے اسلام کی نئی حکومت میں کام لیا۔ شام فتح شام میں آپ کو بھی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ بحیثیت

معتب (رضی اللہ عنہ) بن عبید بن ایاس البلوی

انصار بنو طغر کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ بعض مورخین نے معتب کی جگہ مغیث نام لکھا ہے۔

معقل (رضی اللہ عنہ) بن منذر بن سرح

معقل (رضی اللہ عنہ) بن منذر بن سرح بن خناس بن شان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ..... عقبی تھے اور بدری بھی..... غزوہ بدر میں آپ (رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ زید بن منذر تھے جو آپ کے بھائی ہیں۔

معقل (رضی اللہ عنہ) بن یسار

ابو عبد اللہ آپ کی کنیت تھی۔ نسب نامہ یہ ہے: معقل (رضی اللہ عنہ) بن یسار بن عبد اللہ بن صغیر بن حراق بن لای بن کعب بن عبید بن ثور بن ہمدہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن او بن طانجہ بن الیاس بن مضر۔ آپ صلح حدیبیہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صلح حدیبیہ میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور جس وقت رسول اللہ ﷺ لوگوں سے بیعت رضوان لے رہے تھے اس وقت معقل (رضی اللہ عنہ) ایک شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے کھڑے رہے مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۵) آنحضرت ﷺ نے آپ (رضی اللہ عنہ) کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا تو آپ نے معذرت کی کہ مجھ میں اس ذمہ داری کو سنبھالنے کی اہلیت نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا: نہیں تم ان کے فیصلے کیا کرو۔ انہوں نے پھر معذرت کی کہ میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تیسری مرتبہ حضور ﷺ نے پھر یہ اصرار فرمایا: نہیں تم فیصلہ کرو خدا قاضی کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ عملاً ظلم و انصافی نہیں کرتا (مسند رک حاکم ج ۳ ص ۵۷۷)

حضرت معقل (رضی اللہ عنہ) بن یسار کی قوت فیصلہ کی وجہ سے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مهمات امور میں آپ سے مشورہ لیتے تھے اور بڑی بڑی خدمتیں آپ کے سر

معبد بن وہب العبدي

معبد بن وہب العبدي بن عبد القیس بدر کے شرکاء میں سے تھے۔ دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر چلاتے تھے۔ ام المومنین سوہ (رضی اللہ عنہ) کی بہن بریرہ بنت زمعہ آپ کے حلقہ زوجیت میں تھیں۔

معتب (رضی اللہ عنہ) بن ابی لب

معتب بن ابی لب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ ان کی والدہ ام جمیل بنت حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی تھیں۔ معتب کی والدہ میں عبد اللہ محمد ابو سفیان موسیٰ عبید اللہ سعید اور خالدہ شامل تھے۔ ان سب کی والدہ عاتکہ بنت ابی سفیان بن الحارث بن عبد المطلب تھیں۔ عاتکہ کی والدہ ام عمرو بنت المقوم بن عبد المطلب بن ہاشم تھیں..... معتب بن ابی لب عتبہ بن ابی لب سے چھوٹے تھے۔ اور ایک ہی وقت میں دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کیا۔ واقدی نے ان کی رحلت حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے دور میں لکھی ہے۔

معتب (رضی اللہ عنہ) بن بشیر بن ملیل

معتب (رضی اللہ عنہ) بن بشیر (غیر) بن ملیل بن زید بن عطف بن ضیعہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف..... عقبی ہیں اور بدری بھی۔ غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے۔

معتب (رضی اللہ عنہ) بن حمرا الحرامی السلوئی

معتب بن عوف بن عمر بن عامر بن فضل بن عقیف بن کلب بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن مخزوم کے حلیف ہیں۔ ابو عوف کنیت تھی۔ آپ مہاجر بن عبشہ میں سے ہیں۔ مواخات میں آپ شطبہ بن حاطب انصاری کے صحابی تھے۔ بدر میں حاضر ہوئے۔ طبری نے سن وفات ۵۷ھ لکھا ہے اور انتقال کے وقت عمر ۷۸ سال بتائی ہے ابن الحمراء کے نام سے مشہور تھے جو آپ کی والدہ تھیں